بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ماہنامۂ اُردو)

ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

Digitized by Khilafat Library

(یعنی)

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق یکم جون سنہ ۱۹۴۰ء

ماہِ احسان ۱۳۱۹ہش

جلد ۳۹ عدد ۶

Digitized by Khilafat Library

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا:۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفینِ اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے، اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے، اور بیرونِ ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے، ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیلِ زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلّہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے، نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

(یعنی)

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۹ | ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق یکم جون ۱۹۴۰ء | نمبر ۶

Digitized by Khilafat Library

فہرست مضامین

اداریہ	صفحہ ۲	ایڈیٹر
چین میں اشاعت احمدیت کی تاریخ	صفحہ ۷	جناب مولانا عبدالواحد صاحب مولوی فاضل سابق مبلغ چین۔
حضرت کرشن علیہ السلام اور مسئلہ تناسخ	صفحہ ۲۱	جناب پیر صلاح الدین صاحب بی-اے-ایل ایل-بی پلیڈر ڈاسکہ
مسلمانوں کی صنعتی ترقی	صفحہ ۳۳	جناب شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔
نئی کتابوں پر تبصرہ	صفحہ ۴۴	

اداریہ :-

"خودی" کا راز مولانا سید سلیمان ندوی نے ۱۰ مارچ کو مسلمانانِ پشاور کے سامنے سیرت کے موضوع پر تقریر فرمائی، جس کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا ممدوح فرماتے ہیں :-

"آخر میں مسلمانوں کو "خیر الامم" کا جو لقب دربارِ الٰہی سے ملا ہے، اس کی تشریح کی گئی۔ اور بتایا گیا، کہ دنیا میں اور اس ملک میں ہر مسلمان کو یقین رکھنا چاہیئے، کہ توحید کے علمبردار، قرآن پاک کے حامل اور خیر الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے دنیا میں ان سے اونچا اور ان سے بہتر کوئی نہیں، خودی کا یہ راز درحقیقت قوموں کی زندگی کا راز ہے۔" ("معارف" بابت ماہ مئی ۱۹۴۰ء)

مولانا کے یہ الفاظ زرّیں حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں، کہ غیر حقیقی احساسِ کمتری (Inferiority Complex) جہاں افراد کی ترقی و تعالی میں زبردست روک بن جاتا ہے، وہاں قوموں کی حیاتِ ملّی کے لئے بھی سمِّ قاتل کا حکم رکھتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اسلام نے سب سے پہلے توحید کا سبق دیکر انسان کو، جو بتوں کے آگے سرنگوں تھا، اس کے اعلیٰ مقام سے آگاہ کیا، اور اُسے یہ تصوّر بخشا، کہ وہ دنیا کی ہر چیز کا مالک ہے، اور اس طرح اُسے ذلت اور پستی کے گڑھے سے نکالکر ذہنی رفعت کا بلند مقام عطا فرمایا۔ یہ تو انسان کی عمومی حیثیت کی برتری کا اظہار و اعلان تھا، مگر مسلمانوں کو، جو حقیقی انسانیت کے سچّے علمبردار تھے، اسلام نے "خیر الامم" کا معزز لقب دیا، اور ان کو بتایا، کہ دنیا کی کوئی قوم اور مذہب ان سے بلند اور بہتر نہیں ہے — نہ دنیاوی لحاظ سے اور نہ روحانی اعتبار سے۔ گویا پہلے انسان کو دنیا کی تمام چیزوں

سے افضل واشرف قرار دیا، اور پھر مسلمان کو اس کا بھی بادشاہ اور سردار ٹھہرایا۔

یہ وہ "خودی" کا راز ہے، جو اسلام نے مسلمانوں کو بتایا، اور تاریخ عالم کے صفحات اس امر پر گواہ ہیں، کہ مسلمانوں نے اس راز کی حقیقت کو سمجھکر دنیا پر ہر لحاظ سے برتری اور فوقیت حاصل کی، اور صحیح معنوں میں اپنے تئیں "خیر الامم" کے لقب کا، جو انہیں دربار الٰہی سے ملا تھا، مستحق ثابت کیا۔

Digitized by Khilafat Library

لیکن آہ! یہ کسقدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے، کہ مسلمانوں نے اپنے اس بلند مقام اور حیثیت کو قائم نہ رکھا، اور آہستہ آہستہ "خودی" کے اس سبق کو بالکل فراموش کر دیا، جسکا نتیجہ یہ ہے، کہ اب ان میں قومی برتری کا تخیل نام کو بھی نہیں رہا، اور وہ دوسروں کو اپنے سے اعلیٰ اور اشرف سمجھ رہے ہیں۔

مسلمان قوم میں اپنی برتری اور فضیلت کے تصور کا یہ فقدان صرف دنیاوی لحاظ ہی سے نہیں ہے، بلکہ مذہبی اور روحانی اعتبار سے بھی ہے۔ اور ہمارے لئے یہ حقیقت بیحد قلق انگیز ہے، کہ مسلمانوں کے وہ قومی رہنما بھی، جنھیں "اساتذہ خودی" کہنا چاہیئے، اپنی قوم میں روحانی "خودی" پیدا کرنے سے نہ صرف غافل ہیں، بلکہ اس جہت میں خود اس مرض کے شکار ہیں، جس میں اُنکی قوم مبتلا ہے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال "فلسفہ خودی" کے "پیغامبر" مشہور ہیں، اور ان کی شاعری کا لُب لباب ہی یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ انہوں نے قوم کو "خودی" کے راز سے آگاہ کیا، مگر یہ کسقدر حیرانی کی بات ہے، کہ روحانی میدان میں انھوں نے بھی وہی غلطی کھائی، جو عوام نے کھائی تھی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے وہ مضامین جو انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جماعت احمدیہ کے خلاف لکھے، انھیں پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے،

کہ "خودی" کا یہ استاد امتِ محمدیہ کے رُوحانی کمالات کے بلند مقام سے، جو اُسے خدا کی آخری اور مکمل شریعت کے حامل، خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی امت اور "خیر الامم" کے معزز لقب سے سرفراز کئے جانیکی وجہ سے حاصل ہے، سراسر ناآشنا تھا؛ اور وہ روحانی کمالات کے حصول میں امتِ مرحومہ کا مقام دوسری قوموں کے مقام سے بلند نہ سمجھتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library

مولانا سید سلیمان ندوی کی ہماری نگاہ میں بہت عزت ہے، وہ ایک بلند پایہ عالم اور فاضل بزرگ ہیں لیکن کیا یہ ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی بات نہیں ہے، کہ مسلمانوں کو "خودی" کا درس دینے کے باوجود امت کے رُوحانی کمالات کے باب میں آپ کا بھی وہی مسلک ہے، جو عوام کا ہے۔ ہم مولانا ممدوح سے بادب درخواست کرتے ہیں، کہ "خودی" کے نقطۂ نگاہ سے "خیر الامم" کے روحانی کمالات کی بلندی کا اندازہ کرکے اپنے مسلک پر نظرثانی فرمائیں۔

حضرت خیر الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کا درجہ روحانی کمالات کے اعتبار سے اسقدر بلند ہے کہ گذشتہ انبیاء میں سے بڑے بڑے اولوالعزم نبیوں نے یہ خواہش اور آرزو کی ہے، کہ وہ اس اُمت میں پیدا کئے جائیں، تا وہ ان درجات عالیہ اور مراتب روحانیہ کے وارث ہوں، جو محض اس عظیم الشان نبیؐ کی پیروی کی برکت ہی سے مل سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے فضائل ذکر کرکے دعا کرتے ہیں۔ یَا رَبِّ فَاجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ۔ یعنی اے میرے رب مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کر دے۔[1] اس سے اندازہ ہو سکتا ہے، کہ "خیر الامم" کا درجہ کتنا بلند ہے۔

یہ کہ ہمارے اسلاف اپنے اس رفیع المرتبت درجہ سے بخوبی واقف تھے، اس کا علم مندرجہ ذیل واقعہ سے

[1] دلائل النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۲۔

ہوتا ہے۔ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"میرے پاس ابوالعباس خضر علیہ السلام آئے، تا ان امور میں میرا امتحان لیں جن میں انھوں نے مجھ سے پہلے اولیاء کا امتحان لیا تھا، مجھ پر ان کی اندرونی حالت منکشف کی گئی، اور مجھے وہ طریق بھی بتایا گیا جس سے میں انھیں مخاطب کروں، میں نے ان سے، جب انھوں نے سرنیچا کیا ہوا تھا، کہا، اے خضر! اگر تم نے موسیٰؑ سے یہ کہا تھا، کہ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا[1]۔ تو میں کہتا ہوں، کہ اے خضر! تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا، اگر تم اسرائیلی ہو، تو میں محمدی ہوں، پس آؤ، یہ میں اور آپ ہیں، اور یہ گیند اور میدان ہے، اور یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خدا بھی ہیں، یہ میرا گھوڑا لگام وزین سے کسا ہوا تیار ہے، اور میری تلوار کھچی ہوئی اور برہنہ ہے۔"[2]

Digitized by Khilafat Library

یہ وہ "خودی" ہے، جو ایک مسلمان کے شایانِ شان ہے۔ اور جب مسلمان اس مقام سے نیچے گر گئے، تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر ان کو "خودی" کا سبق دیا، اور آپ وہ روحانی استاد "خودی" ہیں، جنھوں نے اس زمانہ میں "خیر الامم" کو اس کے روحانی مرتبہ کی بلندی اور رفعت سے آگاہ و آشنا کیا۔ چنانچہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے برکات کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن　　　　وان مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

نیز فرمایا

کرامت گرچہ بے نام ونشان است　　　　بیا بنگر زغلمانِ محمدؐ

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے اپنا مقام یہ بتایا

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم　　　　عیسےٰؑ کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

[1] تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا (کہف - ۹)
[2] - قلائد الجواہر صلا۔

یہ دراصل ان لوگوں کا جواب ہے، جو یہ کہتے تھے، کہ امتِ محمدیہ کی اصلاح کیلئے اسرائیلی مسیح آسمان سے نازل ہونگے۔ ظاہر ہے، کہ یہ عقیدہ "خیرالامم" کی "خودی" کے بالکل خلاف تھا، اس لئے آپ نے اس کی پرزور تردید کی۔ سچ یہ ہے، کہ اگر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ مبعوث نہ ہوتے، تو امتِ مرحومہ کی "خودی" کا نام ونشان مٹ جاتا۔ اللہ تعالےٰ آپؑ پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔

"یوم التبلیغ نمبر" رسالہ ہذا کا آئندہ نمبر انشاء اللہ "یوم التبلیغ نمبر" ہوگا۔ اس میں سلسلہ کے علماء اور اہل قلم اصحاب کے نہایت قیمتی مضامین احمدیت کی صداقت پر درج ہونگے۔ "یوم التبلیغ" کے موقعہ پر یہ ایک بے نظیر تبلیغی تحفہ ہوگا۔ اس نمبر کے مضامین کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے، کہ اس میں پچاس پچاس روپے کے دو انعامی مضامین بھی ہونگے، جنکے عنوان یہ ہیں۔ (۱) "تحریک احمدیت کے قیام کا مقصد اور ضرورت" (۲) "حضرت مسیح موعود بطلِ اسلام کی حیثیت میں"۔ اس خیال سے کہ احباب اس کی بکثرت اشاعت کرسکیں، قیمت نہایت واجبی یعنی پانچ آنے فی نسخہ رکھی گئی ہے۔ کاغذ کی موجودہ گرانی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نہایت معمولی قیمت ہے۔ زیادہ نسخوں کے خریدار کو رعایت دی جائے گی۔

انعامی مضامین جیسا کہ قبل ازیں اعلان کیا جاچکا ہے، ہم انشاء اللہ امسال اڑھائی سَو روپے کے انعامی مضامین اس رسالہ میں شائع کرینگے۔ مضامین کی فہرست مشتہر کی جاچکی ہے۔ مقالہ نویسی کے اس مقابلہ میں جو اصحاب شریک ہونا پسند کریں، وہ اپنے اپنے مضمون کے انتخاب سے ہمیں جلد از جلد مطلع کریں۔ بطور یاددہانی پھر اعلان کیا جاتا ہے، کہ "جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد اور ضرورت" اور "حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطلِ اسلام کی حیثیت میں" کے زیرِ عنوان لکھے ہوئے مضامین ۱۵ر جون تک ہمیں مل جانے چاہئیں۔ ان مضامین پر ہر پہلو سے مفصّل بحث ہونی چاہیئے۔ مضامین آمدہ سے کوئی مضمون واپس نہ کیا جائیگا۔

چین میں اشاعتِ احمدیتؑ کی تاریخ

Digitized by Khilafat Library

(از جناب مولانا عبد الواحد صاحب مولوی فاضل سابق مبلّغ چین)

[چین کے متعلق مولوی صاحب کے دو مضمون اس سے پہلے "ریویو" میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اسی سلسلہ میں تیسرا مضمون ہے۔ ہم موصوف سے معذرت خواہ ہیں، کہ ان کے مضمون کی یہ قسط بعض مجبوریوں کی وجہ سے بہت دیر سے شائع کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)]

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو آج سے پچاس پیشتر اللہ تعالےٰ نے یہ بشارت دی تھی، کہ مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔ اس الہام کی صداقت، باوجود جماعت احمدیّہ کی کمزوری اور بے سروسامانی کے، جس قوت اور شان سے ظاہر ہوئی ہے، اس سے کوئی منصف مزاج انسان انکار نہیں کر سکتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں سوچنے والوں کے لئے حضرت اقدس کی سچائی کا ایک بڑا نشان ہے۔

اس الہام کی صداقت تو حضرت مسیح موعود کے وقت ہی میں ظاہر ہو گئی تھی، جبکہ احمدیت کا پیغام حضور کی کتابوں کے ذریعہ سے اطرافِ عالم میں پہونچ گیا تھا، لیکن سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ نے اپنے عہد خلافت میں مبلّغین احمدیّت کو دنیا کے مختلف ممالک میں بھیجکر اس نشان کو اور بھی روشن کر دیا ہے۔ آپ نے خدائی منشاء کے ماتحت اواخر سنہ ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید جاری کی، جس کا اہم مقصد تبلیغ احمدیّت قرار دیا۔ اس تحریک کے ماتحت جہاں اور بہت سے ممالک میں تبلیغی مشن کھولے گئے، وہاں چین میں بھی سب سے پہلے مکرمی

صوفی عبد الغفور صاحب بی۔ اے کو بھیجا گیا۔ صوفی صاحب موصوف نے جون ۱۹۳۵ء میں ہانگ کانگ اور کینٹن کے حالات کا مطالعہ کر کے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھکر عرض کی، کہ یہاں ایک ڈاکٹر اور ایک دینی عالم کا آنا کام کو وسیع کرنے میں سہولت پیدا کر سکتا ہے، چنانچہ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں مکرم ڈاکٹر لطیف احمد خانصاحب کو بھیجا گیا، جنہوں نے مرکز کی ہدایات کی تعمیل میں کینٹن میں ڈاکٹری پریکٹس شروع کر دی۔ ڈاکٹر صاحب کے علاوہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے خاکسار کو بھی چین بھیجنے کے لئے منتخب فرمایا، اور حضور کے ارشاد کے ماتحت خاکسار جولائی ۱۹۳۶ء میں کینٹن پہونچ گیا۔ صوفی صاحب مکرم زیادہ تر ہانگ کانگ میں کام کرتے رہے، اور خاکسار و ڈاکٹر لطیف احمد خانصاحب کینٹن میں تبلیغی جدوجہد میں کوشاں رہے۔

چونکہ چینی زبان مشکل ترین زبانوں میں سے ہے، اور اسے جلد حاصل کر کے اس میں تبلیغ کرنے کے قابل ہو جانا مشکل امر ہے، اس لئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ تبلیغ کو زبان سیکھنے تک ملتوی نہ کیا جائے کیونکہ اس صورت میں بہت عرصہ تک خاموش بیٹھنا پڑتا، بلکہ تجویز یہ ٹھہری، کہ سر دست جس حد تک ہو سکے، آواز پہونچانے کی کوشش کی جائے، نیک فطرت لوگ اور روحانی آب بقا کے پیاسے معمولی دعوت پر بھی خود بخود دوڑ پڑینگے، اور سچائی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے تبلیغی کام شروع کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی زبان سیکھنے کی کوشش بھی جاری رہی۔

Digitized by Khilafat Library

ہانگ کانگ میں انگریزی سمجھنے والا طبقہ ایک بڑی تعداد میں موجود ہے۔ محترم صوفی صاحب نے اس طبقہ میں حلقۂ تبلیغ کو وسیع کیا۔ معززین کو دعوتوں پر بلایا، جلسے منعقد کر کے لیکچر دیئے، پھر انفرادی تبلیغ بھی کی، اور خطوط کے ذریعہ سے بھی پیغامِ حق پہونچایا۔ علاوہ ازیں ترجمانوں کے واسطے سے چینیوں تک بھی آواز پہونچائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "اسلامی اصول

Digitized by Khilafat Library

کی فلاسفی" کا ایک چینی پروفیسر سے چینی میں ترجمہ کروایا، چینی مولویوں اور دوسرے لوگوں کو انگریزی اور عربی میں دعوتِ احمدیت دی۔ اس تمام جدوجہد کا یہ نتیجہ ہوا، کہ ایک نوجوان مسٹر کنگ پھانگ (عبدالرحمٰن) نے احمدیت قبول کی، جو بعد میں صوفی صاحب کی تربیت میں رہا۔

مَیں جب چین میں پہونچا، تو جہاں ایک طرف مَیں چینی زبان سے بے بہرہ تھا، وہاں انگریزی بھی نہایت تھوڑی جانتا تھا، نہ بول سکتا تھا، اور نہ لکھ سکتا تھا، البتہ معمولی طور پر سمجھ سکتا تھا۔ میرے لئے یہ بات سخت پریشانی کا موجب ہوئی، کہ مَیں سوائے اُردو دان طبقہ کے کسی اور تک اپنی آواز نہ پہونچا سکتا تھا۔ اس لئے مَیں نے انگریزی اور چینی زبان سیکھنے پر بہت محنت شروع کر دی، خدا کے فضل نے میری مدد فرمائی، اور مَیں تھوڑے ہی عرصہ میں انگریزی میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اظہارِ خیال کرنے کے قابل ہو گیا۔ مَیں نے اس بات کی ذرہ پرواہ نہ کی، کہ میری انگریزی کمزور ہے، یا فصیح نہیں، یا اس میں غلطیاں ہیں، بلکہ ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھی، کہ مَیں نے اسلام کی صحیح تعلیم سے ان لوگوں کو کسی نہ کسی طرح سے آگاہ کرنا ہے، خواہ زبان کیسی ہی ہو۔ اسی تڑپ اور جذبہ کے ساتھ کام جاری رہا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک انگریزی سوسائٹی میں رسائی حاصل کر کے جانا شروع کیا۔ جہاں نوجوانوں سے ملاقات کر کے ان کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرتا رہا۔ یہ سوسائٹی کینٹن کی وائی۔ایم۔سی۔اے کی شاخ تھی، اور اس کے ہفتہ وار اجلاس ہوتے تھے، جن میں علمی مضامین پر تقریریں کی جاتی تھیں، اس میں انگریز مسیحی مشنری مرد اور عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ صوفی صاحب کو بھی یہاں لیکچر دینے کا موقعہ دیا گیا۔ ڈاکٹر لطیف احمد خانصاحب بھی عموماً اسلامی نقطۂ نگاہ سے اخلاقی لیکچر دیتے تھے، اور مذہبی گفتگو کے دوران میں اکثر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ذکر اور اسلامی تعلیمات کی فلاسفی کا بیان آتا رہتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے بھی موقعہ دیا گیا، کہ مَیں "عورتوں میں تعلیم کا کیا طریق ہونا چاہیئے"

Digitized by Khilafat Library

پر اظہار خیال کروں۔ مَیں نے اپنی تقریر میں بیان کیا، کہ تعلیم ہمیشہ وہ اچھی ہے، جو عقل کو تیز کرے، اور بُری باتوں سے بچا کر اچھی باتوں کو حاصل کرنے کی اہلیّت پیدا کرے، اور جس کے ذریعہ سے انسان ملک اور قوم کی خدمت بہتر طور پر سرانجام دے سکے۔ قومی ترقی اور تنزّل میں بہت بڑا دخل عورتوں کا بھی ہے، اس لئے عورتوں کی اچھی تعلیم و تربیت قوم کو مضبوط کرتی ہے، اور بُری تعلیم و تربیت اُسے کمزور اور تباہ کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ جس حد تک دوسروں کے ساتھ عورت کی مدد کا تعلق ہے، اس کی تین موٹی حیثیتیں ہیں۔ (۱) عورت بحیثیت ماں۔ (۲) عورت بحیثیت ساتھی یعنی بیوی۔ اور (۳) عورت بحیثیت بیٹی۔ پس جو طریق تعلیم اسے اس قابل بنائے کہ وہ بہتر ماں، بہتر بیوی اور بہتر بیٹی بنے، وہی اس کے لئے موزون ہے۔ اسی سلسلہ میں اسلام کی تعلیم کا بھی مناسب رنگ میں ذکر کیا گیا۔

اس کے بعد ایک دوسرے موقعہ پر پھر مجھے ہندوستان کی تاریخ پر اظہار خیال کرنے کے لئے کہا گیا، مَیں نے اوّلاً ہندوستان کے تاریخی حالات ذکر کئے، اور پھر یہاں کے مذاہب یعنی عیسائیت ہندو مذہب اور اسلام کے اصُول بیان کر کے اعلیٰ اور ادنیٰ کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیا۔ میری تقریر کے بعد اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے عیسائیت کے ڈیفینس اور اسلام کی مخالفت میں بعض حاضرین نے بیٹھ کر کچھ گفتگو کی، مگر جب پادری صاحبان حضرت عیسٰے علیہ السلام کی خدائی ثابت نہ کر سکے، بلکہ میری جرح کے مقابلہ میں ان کا پہلو کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا، تو بالآخر سیکرٹری نے گفتگو بند کروا دی۔ بعد میں کچھ روز تک مباحثہ کے مشورے بھی ہوتے رہے، تا یہ اثر حاضرین سے دور ہو جائے، لیکن پھر اسی بات میں خیر سمجھی گئی، کہ اس سوسائٹی کو منتشر کر دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہؤا، اور پادری صاحبان نے اپنے لوگوں کو مجھ سے اور ڈاکٹر صاحب سے ملنے جُلنے کی ممانعت کر دی۔

اس سوسائٹی کے عارضی التواء کے بعد اسے پھر منظم کیا گیا، اور وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے زیر انتظام ایک عیسائی مشنری ماہر الٰہیات کے ہفتہ واری لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہم بھی ان لیکچروں میں شامل ہوتے رہے۔ ایک لیکچر میں انہوں نے عیسائی مذہب میں توحید الٰہی کو ثابت کرتے ہوئے کہا، کہ خدا ایک ہے، وہ ہر ایک بات میں وحدت کو پیش کرتا اور پسند کرتا ہے، انسانی فطرت بھی وحدت کو چاہتی ہے۔ ایک سے زیادہ شادیاں بھی اسی لئے منع ہیں، پھر محبت کے تعلق کی فلاسفی بیان کی، اور کہا کہ ایک ہی عورت سے پوری محبت اور تعلق ہونا چاہیئے، اور آخر میں یہ اعلان کیا، کہ ہم نے اس مضمون کا بغور مطالعہ کیا ہے، اگر کسی کو کوئی اعتراض کرنا ہو، تو بخوشی کرے، جواب دیا جائیگا۔ اس پر ان سے دریافت کیا گیا، کہ عیسائیت شادی کا انسان کی زندگی روحانی ترقی اور اخلاق پر کیا اثر تباتی ہے؟ اگر یہ ترقی میں ممد ہے، تو عیسائیت میں اسے روکا کیوں گیا ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے، کہ اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنا فطرت کے خلاف اور گناہ ہے، تو خدا کی طرف سے مبعوث ہونے والے ہادیانِ مذاہب اور انبیاء میں سے کئی نے ایک سے زیادہ شادیاں کیوں کیں؟ خدا تعالےٰ کے اولوالعزم نبی سلیمانؑ اور حضرت یعقوبؑ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، جنہوں نے تعدد ازدواج پر عمل کیا؟ پادری صاحب ماہر الٰہیات یہ سوال سُنکر بھونچکا رہ گئے، اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا، اِدھر اُدھر کی لا طائل باتیں کرکے آخر میں یہ کہنے لگے، کہ میرے خیال میں تو ایک ہی شادی اچھی ہے، ہاں مَیں یہ نہیں کہہ سکتا، کہ جن نبیوں اور برگزیدگانِ الٰہی نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں، انہوں نے بُرا کیا۔ پہلے سوال کے جواب میں کہا، کہ اخلاق پہ شادی کا اثر اچھا ہی پڑتا ہے، مگر یہ نہ بتایا، کہ پھر عیسائیت میں اسے ممنوع کیوں قرار دیا گیا ہے۔

میرے سوالات کے جوابات سے ابھی پادری صاحب عہدہ برآنہ ہوئے تھے، کہ خود عیسائیوں

Digitized by Khilafat Library

میں سے بعض نے یہ سوال کیا، کہ ایک عورت کا دُو دُو تین تین خاوند رکھنا آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ جب یہ ثابت ہو رہا ہے، اور بڑے بڑے بزرگوں کا عمل یہ ہے، کہ ایک مرد کئی کئی عورتیں ایک وقت میں رکھ سکتا ہے، تو عورتوں کو یہ حق کیوں حاصل نہیں؟ اس بیچارے الٰہیات کے ماہر نے اس کا کیا جواب دینا تھا، اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹالنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر میں مکرمی ڈاکٹر لطیف احمد خانصاحب نے کہا، کہ ہم اس کا جواب دینگے۔ اجازت ملنے پر خاکسار نے قرآن مجید کی آیت نِسَآئُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ پڑھکر بتایا، کہ دیکھو! اسلام نے کس حکیمانہ انداز سے اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔ ہر عقلمند انسان اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے، کہ ایک کھیت ایک وقت اور ایک موسم میں ایک ہی مالک کے پاس رہ کر فصل دے سکتا ہے، اگر ایک موسم میں ایک کھیت کو مختلف مالک کاشت کریں، اور اس میں مختلف بیج بوئیں، مثلاً کوئی کپاس بوئے، کوئی گیہوں، کوئی چاول، اور کوئی چنے، تو یقیناً کھیت خراب ہوجائیگا اور وہ اس فصل اور موسم کو ضایع کر دینگے، اور ان میں سے کوئی بھی اپنی فصل اپنے گھر میں نہ لا سکے گا۔ پس معلوم ہوا، کہ ایک ہی وقت اور موسم میں مختلف مالکوں کا زراعت کرنا خلافِ فطرت ہے، اور جب کھیتی باڑی کا یہ حال ہے، تو انسانی نسل کی فصل کی اس ضمن میں جتنی حفاظت اور احتیاط کی ضرورت ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یہی وجہ ہے، کہ سوسائٹی میں اس بات کو ہمیشہ سے بُرا سمجھا جاتا رہا ہے، اور یہ اس کے خلافِ فطرت ہونے کا ثبوت ہے۔ پس اسلام نے اس سوال کو نہایت آسان اور عام فہم طریق پر حل کیا ہے۔

میری تقریر کے اختتام پر حاضرین نے قرآن مجید کی پُر حکمت تعلیمات کا کُھلے لفظوں میں اقرار کیا۔ پادری صاحبان پر اس کا یہ اثر ہوا، کہ انھوں نے ہمارے ساتھ سلسلہ کلام بند کر دیا، اور آئندہ لیکچروں پر سوال و جواب کرنے کا طریق بالکل موقوف کر دیا۔

Digitized by Khilafat Library

نو احمدی مسٹر کنگ پھانگ کے ذریعہ سے صوفی صاحب کا تعارف ان کے ایک رشتہ دار مسٹر اچیونگ سے ہوا۔ صوفی صاحب نے ان کو بھی تبلیغ شروع کر دی، اور انہیں میرے پاس بھی کینٹن میں بھیجا، وہ اردو اور انگریزی جانتے ہیں، خاکسار نے ان سے مذہبی گفتگو شروع کی، تو انہوں نے کہا، کہ ہم مختلف مذاہب کے جھگڑوں میں نہیں پڑتے، انسان کو خود ٹھیک رہنا چاہیئے، مذہبی مباحثات میں پڑنا فضول ہے۔ مَیں نے ان کو کہا، کہ فضول جھگڑوں میں پڑنا تو واقعی بُری بات ہے کیونکہ اس سے خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ لیکن صحیح راستہ کی طرف دعوت دینا ضروری ہے، انسانی ہمدردی کا یہ تقاضا ہے، کہ بنی نوع انسان کی بھلائی اور خیر خواہی کی جائے، اگر کوئی بے خبر خطرہ سے آگاہ نہیں، اور وہ کنوئیں میں گرنے لگے، یا ڈوب رہا ہو، تو ہم بے اختیار اس کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا، کہ صحیح فطرت یہ ہے، کہ ایک انسان دوسرے انسان کی بھلائی میں کوشش کرتا ہے، اور اسی جذبہ کے ماتحت ہمارا یہ فرض ہے، کہ جو صحیح راستہ ہمیں معلوم ہو، اس سے دوسرے بھائیوں کو آگاہ کریں، تا وہ بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ پھر مَیں نے ان کو اسلام اور احمدیت کی تعلیم بتائی، اور آہستہ آہستہ مختلف وقتوں میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا، تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا سینہ قبولِ حق کے لئے کھول دیا، اور وہ چند روز صوفی صاحب کی صحبت میں رہنے کے بعد احمدیت میں داخل ہو گئے، اور یہ دوسرے چینی احمدی تھے جنہوں نے دنیا کے اِس کنارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ سُنکر حق کو قبول کیا۔

اس اثناء میں خاکسار مرکز کی ہدایات کے ماتحت انگریزی اور چینی زبان کو جلد از جلد سیکھنے کی کوشش میں مصروف رہا، اور ساتھ ساتھ انگریزی دان طبقہ کو انگریزی میں اور چینی علماء کو عربی میں خطوط کے ذریعہ سے تبلیغ کرتا رہا۔ جب عیسائیوں نے ہمارے لئے سوسائٹی کا دروازہ بند کر دیا، تو خاکسار فیس ادا کر کے وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کی ٹائپ رائٹنگ کلاس میں

Digitized by Khilafat Library

داخل ہوگیا، اور وہاں طالب علموں سے رابطہ بڑھا کر ان کو تبلیغ اسلام و احمدیت کرتا رہا۔ ایک نوجوان کو مَیں نیکی اور تقویٰ کی باتیں بتایا کرتا تھا، ایک روز اس نے کہا، کہ اصل بات یہ ہے، کہ میرا خدا پر ایمان نہیں ہے، ہم خود بخود پیدا ہوئے ہیں، ہمارا پیدا کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں نے اس سے کہا، کہ اگر تم خود بخود پیدا ہوئے ہو، تو کمزور کیوں پیدا ہوئے ہو، طاقتور پیدا ہونا چاہیئے تھا، اپنے اختیار سے تو کوئی اپنے لئے کمزوری اور نقص پسند نہیں کرتا۔ ہمارا اپنی منشاء کے مطابق پیدا نہ ہونا ظاہر کرتا ہے، کہ ایک اور مقتدر ہستی کا ارادہ ہماری پیدائش میں کام کرتا ہے۔ اسی قسم کے دہریت کے خیالات اور طالب علم بھی رکھتے تھے، اور میں وقتاً فوقتاً خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت پیش کر کے ان کو قائل کرتا رہتا تھا۔

ہانگ کانگ میں صوفی صاحب نے ایک پادری مسٹر مارٹن سے میرا تعارف کرایا جب مسٹر مارٹن کو معلوم ہوا، کہ مَیں اسلام کا مبلغ ہوں، تو گاہے سوال کے طور پر اور گاہے اعتراض کے طور پر اسلام کے متعلق میرے ساتھ گفتگو کرتے رہتے۔ تعدداز دواج، عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ اور قرآن مجید اور انجیل کا مقابلہ وغیرہ مضامین زیر بحث رہتے اور کئی کئی گھنٹے گفتگو جاری رہتی۔ وہ اپنے پروٹسٹنٹ دوستوں میں ہفتہ کی شام کو ایک دوست کے مکان پر بائیبل کا درس دیا کرتے تھے، مجھے بھی انہوں نے اس میں دعوت دی، وہ جس حصّہ کا درس دیتے تھے، آیت آیت کر کے مطلب بیان کرتے تھے، اور پھر حاضرین سے دریافت کرتے تھے، کہ اگر آپ کے نزدیک اس کی کوئی اور بھی تفسیر اور مطلب ہوسکتا ہو، تو بیان فرمائیں۔ چنانچہ مجھے بھی تمام حاضرین کے سامنے بعض آیات کے مطالب و معانی بیان کرنے کا موقعہ ملا۔ چونکہ احمدیہ جماعت کو خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں مذہب کے اصل مقصد اور بنیادی تعلیم کا علم ہے، اور ہم پر یہ بات اچھی طرح کھل چکی ہے، کہ تمام مذاہب کا اصل الاصول توحید الٰہی ہے، اور اسی کے گرد

مذاہب کی تعلیمات کی تفصیلات اور جزئیات چکر کھاتی ہیں، اور ہر ایک حکم اور قول کی صداقت کو پرکھنے کے لئے اور اس کی صحت کو ناپنے کے لئے یہ ایک معیار ہے، اس لئے اس کلمہ پاک کی روشنی میں جب میں بائیبل کی آیات کی تفسیر کرتا تھا، تو وہ حاضرین کے لئے ایک نئی اور صداقت سے پُر حقیقت ہوتی تھی، جس کا انکار وہ لوگ نہ کرسکتے تھے، اور اس طرح خدا تعالےٰ کے فضل سے حاضرین پر اچھا اثر ہوتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library

ایک روز مسٹر مارٹن نے عیسائیت کی روحانی اور قرب الٰہی پیدا کرنے والی استعداد کے متعلق کچھ بیان کرنے کی کوشش کی، خاکسار نے ان کو بتایا کہ ہر ایک چیز کا فائدہ اس کے وقت پر اور اس چیز کی ذاتی خوبی اور صحت استعمال پر ہوتا ہے۔ عیسائیت میں ان تاثیرات و نشانات کا گذشتہ زمانوں میں پایا جانا ہم تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس رُوحانی ترقی اور تعلق باللہ کی مثال کا آج عیسائی دنیا میں نہ ملنا بذاتِ خود اس بات پر شہادت دیتا ہے، کہ عیسائیت اپنی زندگی کے دن پورے کرچکی ہے، اور اللہ تعالےٰ نے اس کی جگہ ایک زندہ مذہب کو بھیجا ہے، اور وہ اسلام ہے، جو ہر دم اپنی زندگی کے نشانات دِکھاتا ہے، اور قیامت تک دکھاتا رہے گا۔ چنانچہ ہر زمانہ میں انسانوں کا تعلق اللہ تعالےٰ سے پیدا کرا کر اسلام نے یہ ثابت کردیا ہے، کہ یہی ایک زندہ مذہب ہے، اور اس کا خدا ایک زندہ خدا ہے، جس سے تعلق، ملاقات اور مکالمہ مخاطبہ کا دروازہ اب بھی اسلام کے طفیل کھلا ہے۔ ؎

جس کو چاہتا ہے اُسے اب بھی بناتا ہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے کرتا ہے وہ پیار

ثبوت اس کا یہ ہے، کہ اس زمانہ میں بھی اسلام کی پاک تعلیم کی پیروی کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے ایک مامور کو مبعوث کیا، اس کی آمد سے وہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوگئی ہیں، جو مسیح کی آمدِ ثانی سے تعلق رکھتی ہیں، اور اس کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ نے ہزارہا نشانات ظاہر کرکے اور اس کے سینکڑوں

الہامات اور پیشگوئیوں کو پورا کر کے اسلام کی برتر شان کو دنیا پر روشن کیا۔ اور اس انتشار روحانیت کی برکت اور اسلام کی پیروی کے طفیل میرے جیسا عاصی اور کمزور انسان بھی اپنے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہ سلوک پاتا ہے، کہ مادرِ مہربان اس اظہارِ شفقت کی طاقت وقدرت نہیں رکھتی۔ میری زندگی میں ایسے واقعات ہیں، کہ جب مَیں خوف زدہ ہُوا، تو اس نے میری دُعا کو سُنا اور قبولیت بخشتے ہوئے مجھے تسلّی دی، اور قبل از وقت اس کی بتائی ہوئی بات میری تسکین کا موجب ہوئی، اور ایک دفعہ مَیں بیمار ہُوا، تو اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے میرے مرض کا نسخہ بتایا، جس کے استعمال سے مجھے چند گھنٹوں میں صحت ہوگئی۔ سو ہم نے اسلام میں زندہ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ خدا کا چہرہ دیکھا ہے جو آج کل کی عیسائیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ میری اس تقریر کو سُنکر پادری حیران رہ گیا، اور کوئی جواب نہ پا کر خاموش ہوگیا۔

Digitized by Khilafat Library

جب مَیں کسی قدر واقفیت چینی اور انگریزی زبان میں پیدا کر چکا، تو مرکز کی طرف سے مجھے صوفی صاحب سے چارج لیکر ہانگ کانگ میں دارالتبلیغ قائم کرنے کی ہدایات موصول ہوئیں۔ ہانگ کانگ میں پہلے سے چھ سات غریب افراد کی جماعت تھی، جن میں سے پانچ پنجابی ملازمت پیشہ تھے، ان کے آپس میں ملنے کی کوئی صورت نہ ہوتی تھی۔ خاکسار نے ۱۹۳۷ء کے شروع میں وہاں جا کر انہیں اکٹھا کیا، اور دارالتبلیغ کھولنے میں امداد کی تحریک کی، جس کا انہوں نے خوشی سے خیر مقدم کیا، ابتداء میں ایک دوست کا مکان جمعہ کی نماز کے لئے مقرر ہُوا، اور اس طرح جماعت میں باہمی میل جول سے نئی رُوح کام کرنے کی پیدا ہوئی۔

۱۹۳۷ء میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ترجمہ مکمل ہوگیا تھا، اس کے بہت سے نسخے مختلف سوسائیٹیوں، لائبریریوں، سکولوں، ہسپتالوں اور مساجد میں مفت تقسیم کئے گئے۔ چین کے دور دراز علاقوں میں تبلیغی خطوط لکھے گئے، اور اس کتاب کے متعلق تحریک کی گئی، کچھ نسخے فروخت بھی

کیے گئے۔ اس کتاب سے ہمیں تبلیغ میں بہت مدد ملی، اور اسلام کی تعلیمات کو جس خوبصورتی سے اس میں پیش کیا گیا ہے، اس سے تعلیم یافتہ طبقہ بہت متاثر ہوا۔ اب مخالفت بھی شروع ہو گئی۔ سب سے زیادہ مخالفت عیسائیوں اور مسجدوں کے ملانوں کی طرف سے ہوئی۔ اس سال دو پنجابی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

Digitized by Khilafat Library

دسمبر ۱۹۳۷ء میں ہم نے ایک تبلیغی ٹریکٹ انگریزی میں چھاپ کر شائع کیا۔ جوں جوں اس کی اشاعت ہوئی مخالفت بڑھتی گئی۔ ہمارے اس ٹریکٹ کو پڑھکر ایک اخبار کا نمائندہ دار التبلیغ میں آیا، اور سلسلہ کے متعلق کچھ معلومات حاصل کئے، اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو کے ساتھ آپ کے دعاوی اور پیشگوئیاں اپنے اخبار میں شائع کیں۔ بعض ہندوستانی مسلمانوں نے اس مضمون کی اشاعت پر ایڈیٹر اخبار کو گالیوں کے خطوط لکھے، اور مجھے بھی ایسے گمنام خطوط موصول ہوئے۔ اخبار والوں نے ڈر کر آئندہ ہمارے متعلق کچھ شائع کرنا بند کر دیا۔ مخالفت زور سے شروع ہو گئی۔ جب ہم باہر جاتے، تو بعض شریر ہندوستانی مسلمان ہمیں گالیاں دیتے۔ توپ خانہ میں بھی مخالفت کا اثر پہنچا، اور ہندوستانی افسروں نے ہمارے احمدی دوستوں کو صرف احمدیت کی وجہ سے برخاست کر دیا۔ انگریز اعلیٰ افسروں کو چٹھیاں لکھی گئیں، اور اپنے عقائد بتائے گئے، لیکن انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے معذرت کی، اور کہا، کہ چونکہ تمام چھوٹے افسر احمدیوں کے خلاف ہیں، نیز دوسرے سپاہی بھی ان کی مخالفت کر رہے ہیں، اس لئے ہم کچھ نہیں کر سکتے، احمدیوں کو واپس ہندوستان پہونچا دیا جائے گا۔ چنانچہ ہانگ کانگ کے توپ خانہ کے سب احمدی سپاہی واپس آ گئے۔ ہندوستانی افسروں نے ان سے کہا، کہ تم ظاہر میں حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کر دو، اور دل میں خواہ کچھ عقیدہ رکھو، ہم تمہاری مخالفت ترک کر دینگے، اور تمہاری ملازمت برقرار رہیگی لیکن احمدیوں نے اس منافقت کو روا نہ رکھا، اور صاف طور پر کہدیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کہ ہم دُنیا کی خاطر احمدیت سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور اس طرح انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہوتے وقت کیا تھا، اسے جوانمردی سے نبھایا۔ مسٹر چیونگ نے (محمود احمد صاحب) جو نئے احمدی تھے، میری تحریک پر اپنا مکان تبدیل کر کے دار التبلیغ کے قرب میں آگئے، وہاں میں ان کو دینی مسائل اور قرآن مجید کی تعلیم دیتا رہا۔ ان کی بیوی نہایت راسخ العقیدہ عیسائی تھی۔ مَیں نے اسے بھی تبلیغ شروع کی، مگر جب میں اُسے تبلیغ کرتا وہ مجھے عیسائیت کی تبلیغ کرنے لگ جاتی، یہ سلسلہ قریبًا ایک سال تک جاری رہا۔ بالآخر مَیں اَور باتوں کو چھوڑ کر اس بات پر زور دینے لگ گیا، کہ اسلام نے عورت کو جو بلند رتبہ عطا کیا ہے، وہ اور کسی مذہب نے اُسے نہیں دیا، اس کی تفصیل میں مَیں نے اُسے بتایا، کہ اسلام کی تعلیم کے رُو سے بیٹیاں بھی ویسے ہی باپ کی جائیداد کی وارث ہیں، جیسے بیٹے، اور بیویاں بھی ویسے ہی اپنی جائیداد کی مالک ہیں جیسے خاوند۔ اگرچہ اپنے اپنے حالات کے لحاظ سے حصّوں میں کمی بیشی ہے، لیکن یہ کمی بیشی اسی طرح کی ہے، جس طرح کی ایک باپ کے دو بیٹوں کے لباس میں ہو۔ باپ اپنے دونوں بیٹوں کے لئے لباس سلواتا ہے۔ دونوں میں سے بڑے کے لباس پر چھوٹے کی نسبت کپڑا زیادہ خرچ ہوگا، لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا، کہ چونکہ بڑے کے کوٹ پر دو گز کپڑا خرچ ہُوا ہے، اور چھوٹے کے کوٹ پر ڈیڑھ گز، اس لئے مساوات نہیں رہی۔ یہی اصول اسلام نے تقسیم جائیداد میں مدنظر رکھا ہے، اور اس میں عورت اور مرد کے حصّوں میں فرق کی وجہ یہ ہے، کہ مرد کو روزگار کے کمانے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے، اس لئے اس کا حصّہ زیادہ رکھا گیا ہے، نیز عورت کو ماں باپ کی جائیداد سے بھی حصّہ ملتا ہے، اور خاوند کی جائیداد سے بھی، اس لئے تقسیم کے اسلامی اصول پر عدم مساوات کا اعتراض نہیں پڑتا۔ اس طریق تبلیغ کا اس پر خاطر خواہ اثر ہُوا، اور وہ آہستہ آہستہ اسلام سے مانوس ہوگئی، اور

تین چار ماہ کی لگاتار تبلیغ سے اس نے اپنے تین بچوں سمیت احمدیت قبول کر لی۔ مَیں نے انکے بچوں کو قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا، چنانچہ ان کی بڑی لڑکی نے مجھ سے پندرھویں پارہ تک قرآن مجید پڑھ لیا تھا، اور باقی دو بچے یسرنا القرآن اور نماز کا سبق پڑھتے تھے۔ یہ پہلا چینی خاندان ہے جو احمدیت میں داخل ہوا۔ گو یہ غریب خاندان ہے، مگر چندوں میں باقاعدہ حصہ لیتا ہے، اور اسلامی تعلیمات پر عامل ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے اخلاص اور ایمان میں برکت دے۔

Digitized by Khilafat Library

جُوں جُوں تبلیغ کا کام وسیع ہوتا گیا، دار التبلیغ کی شہرت بڑھتی گئی، اور چینی لوگ ہمارے پاس آنا شروع ہو گئے، اور یہ ضرورت محسوس ہوئی، کہ کچھ لٹریچر چھپوا کر رکھا جائے، تا نَو وارد وں کو اپنے عقائد سے واقف کرایا جا سکے۔ اس غرض کے لئے ایک انگریزی ٹریکٹ "حضرت احمد موجودہ زمانہ کے مامور و مرسل" کا چینی زبان میں ترجمہ کرایا گیا۔ یہ ٹریکٹ زیر تبلیغ اصحاب کو زبانی تبلیغ کے علاوہ مطالعہ کے لئے دیا جاتا تھا، ابتداء میں اس کی چند کاپیاں نقل کرائی گئیں، اور حسب ضرورت پڑھنے کے لئے دی جاتی تھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے طبع کرانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں خاکسار کو مرکز کی طرف سے واپسی کے احکام پہونچ گئے، مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس ٹریکٹ کی طباعت میری موجودگی میں ہو جائے خاکسار کا سامان کینٹن میں پڑا ہوا تھا، مَیں نے یہ سوچا کہ سامان لانے کے لئے بہر حال کینٹن جانا پڑے گا، وہیں سے طباعت کا انتظام کرا لیا جائے گا۔ چنانچہ میں کینٹن روانہ ہو گیا۔ وہاں پہونچکر ایک پریس سے طباعت کا فیصلہ کیا۔ تین چار روز چھپائی میں لگ گئے۔ ادھر جاپانیوں نے شہر پر حملہ کر دیا، اور گورنمنٹ کی طرف سے یہ اعلان ہو گیا، کہ اب کوئی جہاز ہانگ کانگ نہ جائے گا، گاڑی کا راستہ پہلے سے بند ہو چکا تھا۔ اس کے بعد جاپانی فوج شہر میں داخل ہو گئی

اور چینی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی، شہری بھی اِدھر اُدھر دیہات میں جا کر پناہ گزین ہو گئے
مَیں، اور ڈاکٹر لطیف احمد خانصاحب بڑھتا ہوا خطرہ دیکھکر برطانوی Concession
شامین میں چلے گئے۔

Digitized by Khilafat Library

جاپانیوں کے داخل ہونے کے بعد سوائے چند آدمیوں کے کسی کو اس علاقہ سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ چینی گورنمنٹ کے اُٹھنے کے ساتھ ہی لٹیرے آگئے اور لوگوں کے گھر لوٹنے شروع کر دیئے۔ شہر میں بدامنی اور بدانتظامی کی وجہ سے کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی، اس لئے دو، اڑھائی ہفتہ تک کھانے کے متعلق بہت تکلیف رہی۔ آخر جاپانیوں کا کچھ تسلط قائم ہو گیا، اور انہوں نے ہر جگہ اپنے آدمی کھڑے کر دیئے، اور لوٹ کا بازار کچھ ٹھنڈا ہوا۔ لیکن پھر بھی ہم شہر میں نہ جاتے تھے۔ دریا کے پار ایک گاؤں میں جا کر کچھ سبزی وغیرہ خرید لاتے تھے۔ آہستہ آہستہ ایک ماہ کے بعد نسبتاً کچھ انتظام ہو گیا، اور ایک جاپانی پاس کے ذریعہ ہمیں شہر میں جانے آنے کی اجازت ہو گئی۔ انہی دنوں میں بہت سے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں سے نئی واقفیت پیدا ہوئی، مساجد، لوگوں کے گھروں اور بازاروں میں مناسب جگہ پر تبلیغی ٹریکٹ تقسیم کرتا رہا۔ ڈاکٹر صاحب پناہ گزینوں کے کیمپ میں مفت ڈاکٹری مدد دیتے رہے۔ یہ کیمپ عیسائی مشن کے ماتحت تھے۔ اور بہت سے بیمار ان کے پاس چلے گئے تھے، انہیں تبلیغ کرنے اور ٹریکٹ تقسیم کرنیکا ڈاکٹر صاحب کو خوب موقعہ ملا۔ اس دوران میں جو لوگ زیرِ تبلیغ رہے، احمدیت کے متعلق اپنے دل میں اچھے خیالات رکھتے ہیں، خدا کرے کہ وہ لوگ جلد حقیقی رنگ میں صداقت کی طرف آجائیں۔ راستہ کھلنے کے بعد خاکسار ۲۱ر جنوری ۱۹۳۶ء کو بذریعہ برطانوی گنبوٹ ہانگ کانگ پہونچا، اور وہاں سے حسب ہدایات مرکز ۱۲ر فروری کو ہندوستان کے لئے روانہ ہوا۔ خاکسار کی موجودگی میں مکرمی چوہدری محمد اسحٰق صاحب مجاہد تحریک جدید وہاں پہونچ گئے تھے جنہوں نے مجھ سے چارج لیا۔ اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہو اور چین میں نور احمدیت پھیلانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حضرت کرشن علیہ السلام اور مسئلۂ تناسخ

(از جناب پیر صلاح الدین صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی پلیڈر فاضلکا)

جب کسی قوم میں علمی اور عملی خرابی پیدا ہو جاتی ہے، تو اس کے علماء کی نظرِ کرم خاص طور پر اس کی مقدس کتب پر پڑنا شروع ہوتی ہے، اور وہ اس سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے اس میں اپنے من گھڑت اعتقادات ٹھونسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ معرفت کا فقدان اور جس کا مقصد اپنے ناپسندیدہ افعال اور غیر معقول اعتقادات کا جواز ثابت کرنا ہوتا ہے۔ اگر ان کا بس چل جائے، تو کتاب کے الفاظ پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس کتاب کی کثرت اشاعت یا کسی اور وجہ سے ایسا نہ کر سکیں، تو معانی کو توڑ مروڑ اپنے محل سے پھیر کر کچھ کا کچھ بنا لیتے ہیں جس کتاب کو صرف معناً بدلا جائے، اس کے متعلق تو تحقیق میں آسانی رہتی ہے، کیونکہ صرف غلط مفہوم ہی کو رفع کرنا ہوتا ہے، لیکن جہاں خود الفاظ علماء کی نظرِ کرم کا شکار ہو چکے ہوں، وہاں بڑی دقت پیش آتی ہے، اور اس دست بُرد سے محفوظ حصوں کی تمیز کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ہندوؤں میں جب ایسی خرابی کا ایک دور آیا، تو وہاں ایک مزید سہولت علماء (برہمن) کو یہ حاصل تھی، کہ علم صرف ان کی برادری تک ہی محدود تھا، اس لئے وہ تحریف کے میدان میں خوب کھل کھیلے۔ جہاں رہبانیت سے تنگ آ کر ان لوگوں نے اپنی عملی برائیوں پر مذہبی رنگ چڑھانے کے لئے نیوگ کا مسئلہ گھڑ لیا، اور اسے ویدوں کی طرف منسوب کر دیا، وہاں لوگوں

پر اپنی حکومت اور برتری جمانے اور علم کو اپنی برادری میں محدود کرنے کے لئے تناسخ کا مسئلہ گھڑ لیا، اور موقعہ پا کر گیتا میں بھی اسے ٹھونس دیا۔ اس عقیدہ کے ذریعہ سے برہمنوں نے لوگوں میں جو لپست ذہنیّت پیدا کر دی، اس کا لُب لباب یہ ہے، کہ تم جس گھر اور جس حالت میں پیدا ہوئے ہو، یہ تمہارے اپنے ہی کرموں کا نتیجہ ہے۔ پس اگر تم ہماری برادری میں سے یعنی برہمن ہو، تو چشمِ ما روشن دلِ ما شاد، سب سے خدمت لو، لیکن اگر دیش، کشتری یا شودر ہو، تو برہمن کی خدمت کرو، کہ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ چنانچہ برہمن کی پوجا جسمانی تپ کا جزو لاینفک بنا دی گئی ہے جیسا کہ گیتا ادھیائے ۱۷ شلوک ۱۴ میں لکھا ہے:۔

"دیوتا، برہمن، گورو اور گیانی کی پوجا۔ صفائی سادگی، برہمچرج اور کسی کو ایذا نہ پہونچانا جسمانی ریاضت (تپ) کہلاتی ہے۔"

اس مضمون میں یہ دکھانا مقصود ہے، کہ حضرت کرشنؑ نے جب اس مُردہ قوم میں زندگی کا صُور پھونکا، تو نہ صرف یہ کہ ان کی عارفانہ لَے تناسخ کے زیر و بم سے پاک تھی، بلکہ ان کی بانسری سے عشق و وفا کے جو پُرسوز نغمے نکلتے تھے، کوئی سُننے والا ان کو سُنکر تناسخ کی قاطع محبت، بے ہنگم اور کرخت آواز پر کان بھی نہیں دھر سکتا تھا۔ اُن کی تعلیم ایسی تھی، جو کسی صُورت میں بھی تناسخ کو برداشت نہیں کر سکتی، کیونکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے، جسے ایک عارف اور محب ایک لحظہ کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتا۔ یہ محبّ سے محبوب کو جُدا کرتا ہے، اور کہتا ہے، کہ مُکتی دائمی نہیں۔ یہ انسان کو خدا تعالےٰ کی طرف جھکنے کے لئے کوئی محرک باقی نہیں چھوڑتا، اور مکتی کو ناممکن الحصُول صورت میں پیش کرتا ہے۔ یہ خدا کو ایک جابر، ظالم اور بے رحم مشین کی صُورت میں پیش کرتا ہے، جس کے پُرزے محبت کی رُو سے نہیں، بلکہ اعمال کی کثرت سے حرکت کرتے ہیں۔ یہ انسان کو خدا بنا دیتا ہے، اور کہتا ہے، کہ وہ بھی ازلی ابدی ہے۔ اور سب سے

آخر میں یہ کہ یہ خدا کو خدائی سے جواب دیدیتا ہے، اور کہتا ہے، کہ وُہ کسی چیز کا بھی خالق نہیں۔ پس خدا تعالےٰ کی محبت میں فنا ہو کر اپنے وجود کو کھو دینے والے حضرت کرشن علیہ السلام جیسا شخص تو درکنار کوئی معمولی عارف بھی اس عقیدہ کے نزدیک تک نہیں پھٹک سکتا۔

ہمارے اس بیان پر اعتراض کیا جا سکتا ہے، کہ تم یہ کس طرح کہتے ہو، کہ حضرت کرشن علیہ السلام کی تعلیم تناسخ کے خلاف تھی؟ حالانکہ خود گیتا میں اس کا ذکر ہے۔ چونکہ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے، اس لئے ہم گیتا کی وہ تعلیم پیش کرنے سے پہلے جو تناسخ کے اصولوں کو جڑ سے کاٹ کر رکھدیتی ہے، اس کے متعلق کسی قدر وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس بارے میں اوّل یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے، کہ برہمنوں نے اپنی مذہبی کتب کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، وہ محتاج بیان نہیں، اور کوئی محقق اسبات سے انکار نہیں کرسکتا کہ ضرور ان کتب میں انہوں نے دستبرد کی ہے۔ علاوہ اسکے جب ایک کتاب میں دو متضاد باتیں درج ہوں، تو اُس کی سوائے اس کے کوئی توجیہہ نہیں، کہ یا تو وہ کتاب کسی مجنوں اور دیوانے کی ہے، اور یا کسی جھوٹے دنیا دار کی، جسے اپنے کسی قول کی پرواہ نہیں، اور جو کبھی کچھ کہدیتا ہے، اور کبھی کچھ۔ اور اگر ان دونوں باتوں سے کوئی نہیں، تو پھر یہ ماننا پڑے گا، کہ ان دو متضاد باتوں میں سے کم سے کم ایک اس کی نہیں، بلکہ وہ غلط طور پر اس کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ پس اگر ہم خود گیتا ہی میں سے ایسی تعلیم دکھلا دیں، جو تناسخ کے اصولوں کے خلاف ہو، تو ہمیں مندرجہ ذیل پانچ باتوں میں سے ایک بات کا ماننا ضروری ہوگا:-

Digitized by Khilafat Library

۱۔ حضرت کرشنؑ نعوذ باللہ دیوانے تھے۔

۲۔ حضرت کرشنؑ نعوذ باللہ ایک دُنیا دار کی طرح تھے، جنہیں اپنے قول کا پاس نہیں تھا، وہ کبھی کچھ کہہ جاتے تھے، اور کبھی کچھ۔

۳۔ حضرت کرشنؑ تناسخ کو مانتے تھے، اور تناسخ کے خلاف باتیں ان کی طرف غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں۔

۴۔ تناسخ کے جواب اور تردید میں جو شلوک گیتا میں ملتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی حضرت کرشنؑ کا بیان کردہ نہیں، بلکہ یہ لوگوں نے اپنی اپنی منشاء کے مطابق اس میں داخل کردیئے ہیں۔

۵۔ حضرت کرشنؑ تناسخ کو نہیں مانتے تھے، بلکہ تناسخ غلط طور پر ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

امر اوّل و دوئم کو چونکہ گیتا کے ماننے والے اور نہ ہم مانتے ہیں، اس لئے ان میں سے کوئی صورت قابل قبول نہیں۔

امر سوئم کا بھی یہی حال ہے، کیونکہ اگر حضرت کرشنؑ کو تناسخ کا قائل فرض کرلیا جائے تو اس سوال کا کیا جواب ہے، کہ تناسخ کے خلاف تعلیم گیتا میں کہاں سے آگئی؟ کیونکہ یہ ثابت نہیں، کہ کبھی ایک کثیر اور غالب گروہ برہمنوں کا تناسخ کے خلاف رہا ہو، اور انہوں نے اپنی کثرت اور غلبہ کے وقت یہ عقائد گیتا میں داخل کردیئے ہوں، عقل اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے، کہ ایسی تعلیم گیتا میں داخل ہوجائے، درآنحالیکہ ایک کثیر جماعت اس کی مخالف ہو۔ پس یہ بات بھی ناقابلِ قبول ہے۔

امرِ چہارم کے متعلق عرض ہے، کہ بادی النظر میں تو شاید کوئی شخص اس بات کو قبول کرلے کہ عین ممکن ہے، کہ تناسخ کے موافق و مخالف جو شلوک ملتے ہیں، وہ دونوں حضرت کرشنؑ کے بیان کردہ ہوں، لیکن تھوڑا سا تدبر بھی اس نظریہ کے قبول کرنے میں روک بن جاتا ہے کیونکہ اگرچہ تناسخ کے حق میں شلوک منسوب ہونگی تو یہ نہایت معقول وجہ مل جاتی ہے، کہ تقریباً تمام

برہمن اس عقیدہ کے پابند تھے، اور انہوں نے ان کو گیتا میں داخل کر دیا، لیکن تناسخ کی تعلیم کے خلاف شلوکوں کے داخل ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے، کہ برہمنوں نے ایسے شلوکوں کو خود بخود داخل نہیں کیا، کیونکہ ان کا داخل کرنا انہی لوگوں کی طرف منسوب ہو سکتا ہے، جو تناسخ کے قائل نہ ہوں۔ اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، کہ کسی زمانہ میں بھی تناسخ کے عقیدہ کے خلاف لوگوں کو ایسی کثرت اور غلبہ حاصل ہوا، کہ وہ گیتا میں تحریف کر دیں، اور پھر وہ تحریف والی گیتا رائج ہو جائے۔ پس یہ صورت بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔

امر پنجم:- اب ہمارے لئے صرف ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے، جسے مانے بغیر چارہ نہیں اور وہ یہ کہ دراصل حضرت کرشنؑ نے ایک ایسی تعلیم پیش کی، جو کسی صورت میں تناسخ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تھی، لیکن زمانہ گذرنے کے بعد جبکہ لوگ اس روشنی سے دور ہو گئے، تو برہمنوں نے تناسخ کے مسئلہ میں اپنی وہ برتری دیکھکر جس کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے، اُسے گیتا میں ٹھونس دیا۔ اور اس طرح اپنے اس عقیدے کو طاقت پہونچائی، جس کے ذریعہ شودر، ویش اور کشتری ادنےٰ قرار پائے، اور برہمن ایک اعلےٰ مقام پر فائز ہو گیا، اول الذکر خادم ہو گئے، اور مؤخر الذکر مخدوم بن گیا، اور اس ادنےٰ اور اعلیٰ کی خلش کو مٹانے کے لئے پچھلے کرم بہانہ ہو گئے۔ پس اگر ہم گیتا سے ایسی تعلیم دکھا دیں، جو تناسخ کے خلاف ہو، تو ہمارا یہ نظریہ ثابت ہو جائے گا۔

سو جاننا چاہیئے، کہ تناسخ کے بنیادی اصول تین ہیں:-

اوّل۔ عدل، یعنی جو کچھ انسان کو ملتا ہے، وہ اس کے اپنے ہی کرموں کے نتیجہ میں ملتا ہے، خدا نہ گناہ معاف کر سکتا ہے، اور نہ بخشش کر سکتا ہے۔

دوم:- قدامت رُوح و مادہ، یعنی رُوح اور مادہ بھی خدا کی طرح ازلی ہیں، اور جنم کرم کا سلسلہ غیر محدود ہے۔

Digitized by Khilafat Library

سوم۔ محدود مکتی، یعنی نجات محدود ہے، کیونکہ محدود اعمال کا غیر محدود بدلہ نہیں مل سکتا۔ پہلے دو اصول گویا تناسخ کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، جن میں سے کسی ایک کے ٹوٹ جانے سے بھی یہ گاڑی چل نہیں سکتی۔ اور تیسرا اصول دھرے کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے ٹوٹنے سے خود گاڑی ہی گر پڑتی ہے۔ اب ہم ذیل میں اِن اصولوں کی تفصیل اور ملزومات بیان کر کے یہ ثابت کرتے ہیں، کہ گیتا نے ان تینوں اصولوں کو رد کیا ہے، اور گیتا کی تعلیم ان اصولوں کی اس قدر مخالف پڑی ہوئی ہے، جس طرح روشنی تاریکی کی۔

سب سے پہلے ہم عدل کو لیتے ہیں۔ تناسخ کے عقیدہ کا بنیادی پتھر یہ ہے، کہ خدا گناہ معاف نہیں کر سکتا، کیونکہ اس طرح اس کے انصاف پر بٹہ لگے گا، سوامی دیانند جی بانیٔ آریہ سماج ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۸ طبع چہارم میں لکھتے ہیں:۔ "اگر گناہ معاف کرے، تو اس کا انصاف قائم نہ رہے۔"

Digitized by Khilafat Library

اس عقیدے کا جزوِ لازم یہ ہے، کہ انسان اپنے گناہوں سے بَری ہونے کے لئے بار بار سزا کے طور پر جنم لے۔ چنانچہ سوامی جی موصوف اس سوال کا کہ "مکتی ایک جنم میں ہوتی ہے یا بہت جنموں میں" یہ جواب دیتے ہیں، کہ "بہت جنموں میں، کیونکہ جب اس جیو کے دل کی جہالت کی گانٹھ کٹ جاتی، سب شکوک رفع ہو جاتے، اور بُرے اعمال نیست و نابود ہو جاتے ہیں، تب ہی وہ اس پرماتما میں، جو اپنے آتما کے اندر اور باہر موجود ہے، رہائش کرتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۲۶)

تناسخ کے اس عقیدے کا ماحصل یہ ہے، کہ انسان بغیر جونوں کے چکر کے گناہ سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا۔ دوسرا لازمی نتیجہ جو اس "مجبوری انصاف" سے پیدا ہوتا ہے، یہ ہے، کہ دوزخ اور جنت کے خارجی وجود کو قبول نہ کیا جائے، کیونکہ اگر روحیں جنت اور جہنم میں چلی جائیں، تو

یہ خالی چکر کس طرح چلے۔ علاوہ اس کے یہ سوال کہ بہشت اور دوزخ کا سُکھ اور دُکھ اس جنم کے کرموں کا پھل مانا جائے، تو اس دُنیا کے دُکھ سُکھ کرموں کا پھل ہیں" (شاستر ارتھ درپن صفحہ ۱۴۱) تناسخ کی کیچ بنیاد عمارت کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کر پھینک دے۔

برخلاف اس کے حضرت کرشن علیہ السّلام جنت اور دوزخ کے خارجی وجود کے قائل ہیں، اور آپ کے نزدیک گناہ سے چھٹکارے کا ذریعہ عرفان ہے، جس کے حاصل کرنے کے بعد انسان کے تمام گناہ ایک آن میں اس طرح نشٹ ہوجاتے ہیں، جس طرح روشنی کی کرنوں سے برسوں کا اندھیرا ایک لمحے میں کٹ جاتا ہے۔ ذیل میں ہم پہلے آپ کی وہ تعلیم درج کرتے ہیں، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ مکتی حاصل کرنے کا ذریعہ صرف عرفان ہی ہے۔ اس کے بعد وہ تعلیم پیش کی جائے گی، جو دوزخ اور جنت کے خارجی وجود کو قبول کرتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت کرشنؑ فرماتے ہیں:۔

۱۔"اے پارتھ! ایشور کو پہچاننے والی حالت اس طرح کی ہوتی ہے۔ اُسے حاصل کرلینے پر وہ جہالت میں نہیں پھنستا۔ اور اگر حالتِ نزع میں بھی یہ حالت میسّر ہوجائے، تو وُہ انسان برہم نردان حاصل کرتا ہے"[1] (گیتا ۲/۷۲)

۲۔"سب پاپیوں میں سے اگر تو بڑے سے بڑا پاپی بھی ہو، تو گیان کی کشتی کے ذریعے سب پاپوں کو پار کرجائے گا" (۴/۳۶)

۳۔"اے ارجن جس طرح جلتی ہوئی آگ ایندھن کو خاک سیاہ کردیتی ہے، ویسا ہی

---

[1] ہم نے مختلف تراجم میں سے گاندھی جی کے ترجمے کو منتخب کیا ہے۔ کیونکہ یہ زیادہ مشہور ہے اور جیسا کہ تمہید میں لکھا ہے، اسکو" دلوبا۔ کاکا کالی کر۔ مہادیو ڈیسائی اور کشوری لال شٹر نے ملاحظہ کرلیا ہے۔" جہاں کہیں دوسرے تراجم درج کئے ہیں۔ اس بات کو واضح کردیا گیا ہے۔ منہ

گیان کی آگ کرموں کو بھسم کر دیتی ہے۔" (۴/۳۷)

فیضی نے اس شلوک کا ترجمہ یُوں کیا ہے:۔

اگر آتشِ معرفت بر فروخت   بیک لحظہ ہر جنسِ کردار سوخت (۴/۳۷ شعر)

۴۔" گیان کے ذریعے جس کے پاپ دھل گئے ہیں، وہ ایشور کا دھیان کرنے والے محو ہوئے ہوئے اسی کو اپنا سرمایہ جاننے والے لوگ مکتی حاصل کرتے ہیں۔" (۵/۱۷)

۵۔" جن کے پاپ نشٹ ہو گئے ہیں، جن کے شکوک رفع ہو گئے ہیں، جنہوں نے اپنے مَن پر قابو پا لیا ہے، اور جو سب جانداروں کے بھلے میں لگے رہتے ہیں، ایسے رشی برہم نروان حاصل کرتے ہیں۔" (۵/۲۵)

Digitized by Khilafat Library

۶۔" سخت بدچلن آدمی بھی اگر یکدل ہو کر مجھے یاد کرے، تو اُسے بھی نیک ہُوا ہی ماننا چاہیئے۔" (۹/۳۰)

فیضی نے اس شلوک کا حسبِ ذیل ترجمہ کیا ہے:۔

اگر فاجرے ہم کند یادِ من   نگردد گرفتارِ زندانِ من (۹/۳۰ شعر)

۷۔" ہماری اس دھرم کی بات کا جو مطالعہ کرے گا وہ مجھے گیان یگیہ کے ذریعے یاد کریگا ایسا میرا مت ہے۔ اور جو انسان نفرت سے خالی ہو کر یقین کے ساتھ صرف سُنیگا وہ بھی نجات

ف اس مضمون میں فیضی کا ترجمہ محض اس لئے نہیں دیا گیا، کہ یہ اسلامی دنیا میں زیادہ متعارف ہے، بلکہ اس خیال سے بھی اس کی طرف رجوع کیا گیا ہے، کہ آج سے بہت پہلے کا ہونیکی وجہ سے اس کا ان تصرفات سے پاک ترہونا قرین قیاس ہے، جو اس کے بعد کے زمانہ میں کئے گئے ہوں کیونکہ یہ خالص برہمنوں کی ملکیت نہیں رہا۔ فیضی اور اسکے ترجمہ کے متعلق چودھری روشن لعل ایم اے گیتا پرکاش ص۱۳ میں لکھتے ہیں۔" فیضی اکبر بادشاہ کے نورتنوں میں سے ایک رتن تھا۔ فارسی کا بڑا قابل شاعر تھا۔ اور سنسکرت زبان سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔ فیضی نے شریمد بھگوت گیتا کا ترجمہ فارسی نظم میں کیا ہے اور واقعی بہت ہی اچھا

حاصل کرنے جہاں نیک لوگ بستے ہیں اس سے بھلے لوک کو حاصل کرے گا۔" (۱۸/۷۱)

متذکرہ بالا حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے، کہ حضرت کرشنؑ کے نزدیک خدا تعالےٰ ایک خوفناک اور مُنتقِم ہستی نہیں، جو انسان کا کوئی گناہ بھی معاف نہیں کرتا، بلکہ وہ محبت کا ایک چشمہ ہے، جس کو پینے سے انسان تمام بجاسنوں سے نجات پا جاتا ہے۔ وہ ایک نور ہے، جس کے بعد کوئی تاریکی باقی نہیں رہ جاتی۔ اس کی نجات بار بار کے جنموں سے وابستہ نہیں، بلکہ اس کا دیدار اور عرفان ہی اصل نجات ہے۔ جیسا کہ اس زمانے کے کرشن حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا، کہ:۔

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔" (کشتی نوحؑ)

یہ عرفان ارجن نے ایک صحبت میں حاصل کرلیا، اور بغیر متعدد جُون بھگتے نجات حاصل کرلی۔ پس یہی عرفان حقیقی نجات ہے، جس کے لئے بار بار کے جنموں کی ضرورت نہیں، اور اَلْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ ہی سچا فلسفہ ہے جو سری کرشن جی نے بیان کیا۔ (۲/۷۲)

یہ ہے حضرت کرشن علیہ السّلام کی تعلیم ــــ وہ تعلیم جو خدائے رحمان کو رحیمانہ شان میں دکھلاتی ہے، اور اس پرماتما کو قبول نہیں کرتی، جو اس قدر مغلوب الغضب ہے، کہ ایک گناہ کے عوض کئی کئی جونوں میں ڈال دیتا ہے۔ اور پھر ان جونوں میں کئے ہوئے کرموں کے بدلے جو اُسی کے ہاتھ کا نتیجہ ہوتی ہیں، مزید جونوں کے چکر میں ڈال دیتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے، کہ جہاں تناسخ نجات کے لئے خدا تعالےٰ کے غیر رحیمانہ انصاف کو قائم رکھنے کی خاطر اعمال کی کثرت کا سہارا ڈھونڈتا ہے، اور تجارتی نقطۂ نگاہ کو ملحوظ رکھکر عمل کرتا ہے، وہاں کرشن جی خدا میں فنا ہونیکو ہی نجات سمجھتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اعمال بغیر کسی نتیجہ کی غرض کے بجا لانے چاہئیں۔ غرضیکہ تناسخ کے نتائج میں اور کرشنی خدا میں بڑا فرق ہے

جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالوں سے ثابت ہوتا ہے:۔

تناسخ	کرشن
"جیو کی طاقت جسم وغیرہ اشیاء اور وسائل محدود ہیں۔ پھر ان کا پھل (نتیجہ) کس طرح لامحدود ہو سکتا ہے" (ستیارتھ پرکاش صہ ۳۱۴)	ا۔"یکساں بدھی والے لوگ کرم سے پیدا ہونیوالے پھل کو چھوڑ کر جنم کی پھانسی سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور بے داغ حالت ودرجۂ نجات کو حاصل کرتے ہیں" (۲/۵۱)
"محدود کرموں کے عوض میں لامحدود سزا و جزاء دینا قرینِ انصاف نہیں" (شاستر ارتھ در پن ص ۱۲)	۲۔ سہ ز اعمال ہرگز نتائج مخواہ بکن محو خود را بذاتِ الٰہ (فیضی ۲/۴۷ شعر)
ر۔ ا برہم میں لین ہونا سو وہ تو گویا سمندر میں ڈوب مرنا ہے" (ستیارتھ پرکاش ص ۳۱۵)	

منشی شو ناتھ رائے جی کا پچاس اور اکاون شلوک کا ترجمہ بالکل اس کے مطابق ہے۔ وَھُوَ ھٰذا:۔

"جو عقلمند ہیں۔ وہ کرم کے پھل کا خیال نہ کرتے ہوئے مکتی کو حاصل کر لیتے ہیں" ص۲/۵۱ بھگوت گیتا

۳۔ سہ بیادِ خدا ایک نفس ہم خوش است ۔۔۔ کہ یکدم باد از دو عالم خوش است۔ (فیضی ۵/۴ شعر)

۴۔ سہ جزائے عمل خواستن خوب نیست ۔۔۔ بامید دل خواستن خوب نیست۔ (فیضی ۴/۴ شعر)

منشی شو ناتھ رائے جی کا اٹھارھویں شلوک کا ترجمہ اس کے مطابق ہے، جو یہ ہے "جو بغیر کسی خواہش کے کام کرتا ہے اور ان کرموں کو گیان کی آگ میں جلا چکا ہے وہی عقلمند ہے"

۵۔ سہ ہر آنکس کہ بے مدعا کار کرد ۔۔۔ ز آزادگاں است آں نیک مرد۔ (فیضی ۵/۴ شعر)

منشی شو ناتھ رائے جی کے ساتویں شلوک کا ترجمہ یہی معنے ادا کرتا ہے۔ "جو بے غرضانہ کرم میں لگا ہوا ہے"

جیسا کہ اُوپر ذکر کیا گیا ہے، تناسخی انصاف کو سہارا دینے کے لئے ایک ٹانگ تو یہ بنائی گئی ہے

کہ مکتی متعدد جنموں کے بعد ملے۔ اور ہم بفضلہٖ گیتا کے مختلف شلوکوں سے اس بات کو بپایۂ ثبوت پہنچا چکے ہیں، کہ حضرت کرشن علیہ السّلام کے نزدیک برخلاف تناسخی عقیدہ کے کہ "برہم میں لین ہونا . . . تو گویا سمندر میں ڈوب مرنا ہے"۔ اصل نجات خدا کا عرفان اور اس میں محو اور لین ہو جانا ہی ہے۔ اور اس نجات کے حصول کے لئے متعدد جنموں کی حدبندی نہیں، بلکہ یہ جوش اور محبت اور عرفان کے ایک لمحے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

اور دوسری ٹانگ اس "انصاف" کو قائم رکھنے والی یہ ہے کہ جنّت اور دوزخ کے خارجی وجود سے انکار کر دیا جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے، کہ اگر جزا سزا کے لئے جنّت اور دوزخ موجود ہیں تو یہ خیال کہ یہی دنیا دار الجزاء ہے، باطل ہو جاتا ہے، اور اسی خیال پر تناسخ کا سارا دارو مدار ہے۔ سو ذیل میں وہ شلوک درج کئے جاتے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت کرشنؑ جنّت اور دوزخ کے خارجی وجود کے قائل تھے۔

Digitized by Khilafat Library

۱۔ "اے پارتھ! یہ لڑائی تو مانو تیرے لئے بنا تکلیف کئے (از خود) کھلا سورگ کا دروازہ مل گیا ہے۔" (۲/۳۲)

۲۔ "اگر تو لڑائی میں مارا جائے گا، تو تجھے سورگ ملیگا، اور اگر جیتے گا۔ تو حکومت کریگا۔" (۲/۳۷)

"اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ سورگ لوک پرتھوی لوک سے جُدا ہے۔" (گیتا پرکاش مصنفہ چوہدری روشن لعل ایم۔ اے ص۱۱۵)

۳۔ "تین وید کے کرم کرنے والے سوم رس پی کر پاکیزہ بنے ہوئے یگیہ کے ذریعے مجھے پوج کر بہشت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ وہ پاک دیو لوک کو حاصل کر کے بہشت میں عجیب و غریب خوشیاں مناتے ہیں۔" (۹/۲۰)

۴۔ "بے شمار توہمات میں پھنسے ہوئے جھوٹی محبت کے جال میں پڑے ہوئے لذّات کے

حاصل کرنے میں مست ہوئے ہوئے قعرِ جہنّم میں گرتے ہیں۔" (۱۶/۱۶)

۵۔ "جو پُرانی نشچے کی خواہش کو مدِ نظر رکھکر کرم کرتے ہیں، ان کو کرموں کی اچھائی یا بُرائی کی تقسیم کے مطابق پھل ملتا ہے، اور اسی لحاظ سے وہ سورگ میں جاتے ہیں، یا نرگ میں جاتے ہیں، مگر جو سنیاسی اور تیاگی ہے، وہ ان سے بالاتر ہے۔" (ترجمہ شونا تھ رائے جی ۱۸/۱۲)

چوہدری روشن لعل ایم۔ اے جن کی گیتا کے متعلق تصنیفات خاص مقبولیّت حاصل کر رہی ہیں "گیتا پرکاشش" میں صـ۱۱۲ تا صـ۱۳۰ ایک مفصّل بحث کر کے اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں، کہ گیتا کے نزدیک دوزخ اور جنّت اس دنیا سے علاوہ موجود ہیں۔ (باقی)

Digitized by Khilafat Library

مکتبہ احمدیّہ قادیان

ہم نے ہندوستان کے تمام مصنّفوں کی کتابیں مہیّا کرنے کا انتظام کیا ہے، آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہو، اس کے مصنّف کا نام لکھکر ہم سے طلب فرمائیں، اصل قیمت پر کتاب مہیّا کی جائے گی، اس میں علاوہ دیگر جماعتی مفاد کے سلسلہ کے مرکز کی تجارت کو فروغ ہوگا، اور آپ کا اس میں کچھ نقصان نہیں ہے، حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ کے دیگر مصنّفوں کی کتابیں بھی ہم سے طلب کی جاسکتی ہیں۔ غرض آپ کو ہر کتاب ایک ہی جگہ سے مل سکتی ہے۔

مینجر مکتبہ احمدیّہ قادیان

مسلمانوں کی صنعتی ترقی

(از جناب شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر)

اسلام کے بے شمار کمالات میں سے ایک یہ ہے، کہ اس نے طبعی تقاضوں کو ایک معقول اور باقاعدہ صورت دیکر جزو دین بنا دیا ہے، اور اس طرح دیگر مذاہب نے دین اور دُنیا یا رُوحانیت اور انسانی فطرت کے تقاضوں کے مابین کش مکش اور اختلاف کا جو دروازہ کھول دیا تھا، اسے بند کر دیا، اس لئے کہا جا سکتا ہے، کہ اسلام نے دنیا کے اس حصّہ کو جو انسان کے قیام و بقا یا انسانیت کے عروج و کمال کے لئے ضروری ہے، دین میں شامل کر دیا ہے، اور مسلمانوں کو اس طرف متوجّہ کیا ہے، کہ عبادتگاہ میں بیٹھکر عبادت گذاری، رُوحانی ترقی اور قرب الٰہی کے حصُول کے لئے کافی نہیں، اور نہ یہ بات خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کا کامل ذریعہ ہو سکتی ہے، کہ انسان کش مکش حیات اور جہد للبقاء سے بے نیاز و بے پرواہ ہو کر خلوت گزین ہو جائے، اور اپنے آپ کو یاد الٰہی کے لئے وقف کر دے، بلکہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جہاں یہ ضروری ہے، کہ انسان تمام عبادات کو ان کی جزوی تفاصیل اور احتیاطوں کے ساتھ بجا لائے، وہاں اسے یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے، کہ وہ خود اور اس کی قوم دنیوی زندگی میں باعزّت و باوقار مقام حاصل کر سکے، اور ذلیل زندگی بسر کرنیوالے نہ ہوں، بلکہ انہیں جائز رنگ میں ذاتی اور قومی نقطۂ نگاہ سے ہر آن بلندی کی طرف پرواز کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے گویا مومن کیلئے اسلام نے دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے ترقی کرنے کی کوشش کو ضروری قرار دیا ہے۔ مثلاً جہاں

Digitized by Khilafat Library

یہ ضروری ہے، کہ رُوحانی لحاظ سے آج اس کا قدم کل سے آگے ہو، اسی طرح اپنے دنیوی مشاغل میں آگے بڑھنا اور جائز ذرائع سے ترقی کرنے کی کوشش کرنا بھی اس کے لئے جزوِ دین اور موجبِ ثواب ہے، بلکہ لازم ہے، کہ وہ اس کے لئے کوشش کرتا رہے۔ اگر وہ تاجر ہے، تو اپنی تجارت کے فروغ سے کبھی بے نیاز نہ ہو، زراعت پیشہ ہے، تو اپنے پیشہ اور فن میں ترقی کے خیال سے کبھی غافل نہ ہو، صنّاع ہے، تو اس بات کو کبھی نظر انداز نہ کرے، کہ اس فن میں اپنی خداداد ذہانت اور روشنیٔ ایمان سے پیداشدہ صحیح الخیالی اور اصابت رائے سے اصلاحات کر کے دنیا کو اس سے فائدہ پہونچانا اس کے مذہب نے اس کے لئے ضروری قرار دیا ہے غرضیکہ وہ دُنیا کے کسی شعبہ سے متعلق ہو، اس کا فرض ہے، کہ اپنے موجودہ مقام پر کبھی قانع نہ ہو، بلکہ آگے بڑھنے کی کوشش کرے، اور اس طرح دنیا کو عملاً اپنے ساتھ آگے بڑھاتا جائے۔

اسلامی تعلیم کا یہ ایک نمایاں پہلو ہے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے براہ راست تربیت حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ نے اس نکتہ کو سمجھکر اپنے ہاتھوں سے دُنیا میں ترقی کی ایک ایسی بنیاد رکھی، جس پر موجودہ زمانہ میں علمی، اقتصادی، تجارتی، صنعتی اور ہر علم و فن کی ترقی کی شاندار عمارت قائم ہے۔ آپ کسی شعبہ کو لے لیں، اور اس کی ترقی کی تاریخ کا کھوج لگائیں آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اس کی ابتداء مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوئی۔

جو علوم و فنون مسلمانوں سے قبل رائج تھے، ان میں بھی مسلمانوں نے بے حد ترقیات کیں، اور ان کو کمال تک پہونچا دیا۔ مسلمانوں کی اس خصوصیت کا ہر دوست و دشمن معترف ہے یورپ کے نامور مصنّفین نے اس موضوع پر نہایت محققانہ کتب لکھی ہیں۔ یہاں ہم صنعت کے بعض پہلوؤں میں مسلمانوں کی ترقیات کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمارے اس مقالہ کا ماخذ مشہور جرمن مصنّف فان کریمر کی تصنیف "خلفاء کے زمانے کی مشرقی تہذیب کی تاریخ" ہے۔

شیشہ سازی کی صنعت کے متعلق آجکل کے نوجوانوں کا خیال ہے، کہ یہ دورِ حاضرہ کی ایجاد ہے، مگر حقیقت یہ ہے، کہ خلفائے بنو امیّہ کے زمانہ میں یہ صنعت ایسے عروج پر تھی، کہ آج بھی اس نے ایسی ترقی نہیں کی۔ ملکِ شام کا شیشہ بہت مشہور تھا۔ (لطائف ص۹۵)

بغداد میں اس صنعت کو پورا پورا فروغ حاصل تھا۔ وہاں کے بلور کا مقابلہ ہیرے سے ہوتا تھا۔ دوسری صدی ہجری میں شیشے پر مینا کاری اور صیقل (تلویحات) کا فن بہت عام تھا۔ مختلف رنگوں کے شیشوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر ایسی نفیس چیزیں بنائی جاتی تھیں، کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ شیشہ پر بہت خوشخط عبارتیں لکھی جاتی تھیں، حتّٰی کہ مصنوعی موتی بھی بنائے جاتے تھے۔ ایک ماہرِ فن نے اس موضوع پر ایک کتاب صناعت الدر الثمین لکھی تھی۔ (فہرست ص۳۶) Digitized by Khilafat Library

شیشے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو دوبارہ پگھلا کر ان سے بیش قیمت برتن مثلاً جام، صراحیاں اور گلدان وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ شیشے کی مصنوعات پر سونے سے مینا کاری کی جاتی تھی، اور ایسے برتن "المینا المجر بالذہب" کہلاتے تھے۔ فاطمیینِ مصر کے خزانہ میں ایک بلوری جام تھا، جو تین سو ساٹھ دینار یعنی قریباً تین ہزار سات سو بیس روپیہ میں فروخت ہوا تھا۔ (مقریزی جلد ۱ ص۴۱۴)

عراق میں سفید شیشے کے قندیل بنائے جاتے تھے، جن پر نیلے رنگ میں گلکاری کی جاتی تھی، اور مختلف عبارات لکھی جاتی تھیں، یہ قندیل عام طور پر مساجد میں استعمال ہوتے تھے۔ (ابن جبیر ص۱۸) شیشے کے برتنوں پر اندر اور باہر تصاویر بنائی جاتی تھیں۔ یہ تصاویر یا تو کھودی جاتی تھیں، یا مختلف رنگوں میں بنائی جاتی تھیں۔ مختلف انواع و اقسام کی ساتگینیں بنائی جاتی تھیں۔ طرح طرح کے کوزے پتلی اور ٹیڑھی گردنوں کی بوتلیں اور اس کے علاوہ اور بھی

بہت سی چیزیں بنتی تھیں (مقریزی جلد ۱ صفحہ ۱۴۱) شیشے کے آلات اور تکلف کا سامان بہ افراط تیار ہوتا تھا، اور جگہ جگہ اس کے کارخانے بنے ہوئے تھے۔ غرضیکہ اس زمانہ میں یہ صنعت انتہائی عروج پر تھی۔

Digitized by Khilafat Library

مختلف مقامات پر لوہے کی صنعت بھی جاری تھی۔ لوہا عرب میں بھی اور کرمان میں بھی پایا جاتا تھا۔ کرمان میں دمندان کے قریب ایسی کانیں تھیں، جن سے لوہا، تانبا بلکہ سونا اور چاندی بھی نکلتی تھی۔ اور مسلمانوں نے اس صنعت کو بہت ترقی دی، اور لوہے سے مختلف اقسام کی اشیاء تیار کرنے کے بڑے بڑے کارخانے قائم کئے۔ لوہے سے بعض نہایت خوبصورت برتن طیار کئے جاتے تھے، اور ممالکِ غیر کو بھیجے جاتے تھے، فرغانہ کے لوہے کے کارخانے خصوصیت سے مشہور تھے، اور ان میں تیار شدہ چیزیں بڑی بڑی دور جاتی تھیں۔ بغداد میں ان کی بڑی بھاری منڈی تھی۔ (ابن حوقل صفحہ ۳۸۴) بحرین، عمان یمن اور عراق میں صنعت آہن سازی کمال کو پہونچی ہوئی تھی، اور ان میں آلاتِ حرب اور زرہیں بکثرت طیار ہو کر برآمد کی جاتی تھیں۔ اکلیل جلد ۸ صفحہ ۱۰۵ میں ہے، کہ ان علاقوں کی بنی ہوئی زرہیں تمام ملکوں میں بہت پسند کی جاتی تھیں، کیونکہ وہ مضبوطی اور پائیداری کے لحاظ سے اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں۔ موتہ اور دیاف میں نہایت اعلیٰ درجہ کی تلواریں تیار ہوتی تھیں۔ خراسان میں شہر شبُرقان تلواروں کے لئے خاص طور پر مشہور تھا۔ (ژورنال ایشیاٹک جنوری ۱۸۵۴ء صفحہ ۱۷)

ایرانی برچھے بھی خاص طور پر مشہور تھے۔ ان کے اندر دھات کی ایک سیخ لگا کر ان کو نہایت مضبوط بنایا جاتا تھا۔ مُطلّا و مذہّب جوشن بھی بنتے تھے، جن کے اندر کپڑے کا استر لگا ہوتا تھا، اور ان کو "مُبَطّنَہ" کہا جاتا تھا۔ کڑیوں کی طویل زرہیں "زردیات" کہلاتی تھیں،

اوران کے ساتھ ہی آہنی خود جڑے ہوئے ہوتے تھے۔ بعض صورتوں میں خودوں پر سونے کا کام بھی کیا جاتا تھا۔ سادہ اور مطلا گرز تیار ہوتے تھے، جن کو "قنطاریات" کہا جاتا تھا۔ تیر بنانے میں بھی مسلمانوں نے کمال حاصل کیا تھا۔ عربی کمانیں بہت مشہور تھیں۔ ایک ایسی کمان تیار ہوتی تھی، جو پاؤں سے چلائی جاتی تھی۔ اور "قسی الرجل والرکاب" کہلاتی تھی۔ ان کمانوں کے لئے ایسے تیر تیار کئے جاتے تھے، جو قریباً بالشت بھر لمبے ہوتے تھے، اور "جراد" کہلاتے تھے۔ (مقریزی جلد ا صفحہ ۱۴۰)

خلفائے عباسیہ کے عہد میں پارچہ بافی کی صنعت ہر بڑے صوبہ میں عروج پر تھی۔ عراق میں بھی اس کو بہت فروغ حاصل تھا۔ اور یہاں روئی بھی خاص طور پر پیدا کی جاتی تھی۔ اسلامی ممالک میں کپڑا اس کثرت سے تیار ہوتا تھا، کہ بہت بڑی مقدار میں بیرونی منڈیوں میں بھیجا جاتا تھا۔ اُون، سُوت اور اُونٹ کی پشم سے انواع واقسام کے کپڑے تیار ہوتے تھے، اور مسلمان اس تجارت وصنعت سے بہت مالی فوائد حاصل کرتے تھے۔ اس صنعت کے قیام کے لئے مسلمان ان جانوروں کی خاص طور پر پرورش اور غور وپرداخت کرتے تھے، جن سے اُون اور پشم حاصل ہوتی تھی۔ ان کے امراض کے متعلق ریسرچ کر کے بہت سی دوائیں دریافت کی گئی تھیں۔ پارچہ بافی کے بڑے بڑے کارخانے جگہ جگہ قائم تھے۔ ایک کارخانہ طالقان میں تھا، جس میں نمدے، قالین اور اُونی فرش نہایت خوبصورت اور بیش قیمت تیار ہوتے تھے۔ یہاں کی رداد اور عبا خاص طور پر مشہور تھی۔ (ابن حوقل صفحہ ۲۱۳) عراق، ایران، یزد اور ابَرقُوِیہ میں سوتی کپڑے کے بڑے بڑے کارخانے تھے۔ (ابن حوقل صفحہ ۲۱۴) کرمان اور بَمّ میں بھی یہ صنعت خوب رونق پر تھی، بالخصوص بَمّ میں جو کپڑا تیار ہوتا تھا، وہ بہت مشہور تھا، یہاں ایک خاص قسم کے نقاب تیار ہوتے تھے، جن کو طیالسہ کہا جاتا تھا، اور جو تیس تیس

Digitized by Khilafat Library

دینار کو بکتے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں عمامے بھی نہایت اعلیٰ تیار ہوتے تھے۔ ان سب کارخانوں کے بنے ہوئے کپڑوں کی یہ خصوصیت تھی، کہ وہ بہت پائیدار ہوتے تھے، اور پانچ سے لیکر بیس بیس برس تک عمر پاتے تھے۔ (معجم جلد ۱ صفحہ ۴۳۷) تواج اور فسا میں جو کپڑا تیار ہوتا تھا، وہ دنیا بھر میں لاثانی مانا جاتا تھا (ابن حوقل صفحہ ۲۱۳) اور بڑی کثرت سے بیرونی ممالک میں جاتا تھا۔ خوزستان میں ریشم کے بڑے بڑے کارخانے تھے۔ اور ان میں نہایت اعلیٰ ریشمی کپڑے تیار ہوتے تھے (اصطخری صفحہ ۹۱) عراق میں بھی پارچہ بافی کی صنعت بہت ترقی پر تھی۔ بغداد کے بنے ہوئے کپڑے کی دُنیا کی مختلف منڈیوں میں اس قدر مانگ تھی، کہ بعض مقامات پر اس کی نقلیں تیار ہونے لگیں۔ (اصطخری صفحہ ۹۳)۔ طبرستان کی اون اور ریشم کی صنعت کو بہت شہرت حاصل تھی، اور یہاں کے قالین اور چادریں بہت قیمت پاتی تھیں۔ (یعقوبی صفحہ ۵۴) جنوبی عرب کے علاقے زربفت کی تیاری کے لئے خاص شہرت رکھتے تھے۔ (مقدمہ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ یورپ) عمان اور قطر کا بھی یہی حال تھا، اور یہاں یہ صنعت اس وقت تک زندہ ہے۔ کوفہ اور اسکندریہ میں بھی بہت مضبوط ریشمی کپڑے تیار ہوتے تھے، (مسعودی جلد ۵ صفحہ ۴) مصر کے شہر سیوط میں کتان کے کپڑے کی صنعت بہت بڑھی ہوئی تھی تنیس میں عمدہ باریک تن زیب تیار ہوتی تھی۔ دمیاط میں غف زربفت تیار ہوتا تھا۔ سفید رنگ کے کپڑوں پر زردوزی کا کام بھی ہوتا تھا۔ اور ایسے کپڑے کا ایک ایک تھان تین تین سو دینار تک قیمت پاتا تھا۔ دمیاط میں فرش بھی اعلیٰ قسم کے تیار ہوتے تھے۔ جن میں گھوڑا، ہاتھی، شیر اور دیگر مختلف پرندوں کی تصویریں بُنی جاتی تھیں۔ اس شہر میں دیباج بھی نہایت اعلیٰ قسم کا تیار ہوتا تھا۔ اطلس بھی بنتا تھا۔ (معجم جلد ۴ صفحہ ۲۵۸) ارمینیہ اس صنعت کا خاص مرکز تھا۔ کمروں میں لٹکانے کے لئے نہایت بیش قیمت پردے تیار ہوتے تھے، جن میں ایسا کمال رکھا

جاتا تھا، کہ ان میں سے ہو کر جو ہوا آتی تھی، وہ بہت ٹھنڈی ہوتی تھی۔ امراء ان پردوں کو پانی میں تر کر دیتے تھے، اور اس طرح گرمی کے اثرات سے محفوظ رہتے تھے۔ (لطائف ص۱۱۱)

۱۱۳۴ء میں صقلیہ کے شہر پلرمو میں عربوں کا بنایا ہوا ایک ریشمی عبا محفوظ تھا، جسے رُوم کے بادشاہ تاج پوشی کے موقعہ پر تزئین کے لئے پہنتے تھے۔ اس میں ارغوانی رنگ میں شکار کا ایک پورا منظر دکھایا گیا تھا۔ ایک خاص کپڑا اطراز تھا، جو بہت بیش قیمت سمجھا جاتا تھا۔ صنعت طراز سازی کو اس قدر اہمیت حاصل ہوئی، کہ مورخین نے لکھا ہے، کہ ۳۰۱ھ میں خوزستان میں اس کے اسی کارخانے قائم تھے۔ یہ تمام کپڑے سکندریہ کی بندرگاہ سے یورپ جاتے تھے، اور اٹلی کی منڈیوں میں پہونچکر سارے یورپ میں پھیل جاتے تھے۔ (ابلاک کی کتاب کلیسائی لباسوں کی تاریخ جلد ۱ ص۲۰۹) جو مویشی ذبح کئے جاتے تھے، ان کی رگوں کو خشک کر کے ان پر سونے کا رنگ چڑھایا جاتا تھا۔ اور پھر اس سے کلابتون تیار ہوتا تھا۔ یہ مضمون کہ مسلمانوں نے پارچہ بافی میں کتنی ترقی کی، اور اس میں کس قدر جدتیں پیدا کیں، اس قدر وسیع ہے، کہ ان کی تفصیل ایک مضمون میں بیان کرنا مشکل ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لئے جو کچھ بیان کیا گیا۔ وہ کافی ہے۔

آج جو مسلمان یورپ کی صنعتی ترقی کو دیکھکر مرعوب ہوتے اور حیران و ششدر رہ جاتے ہیں، وہ اگر غور کریں، کہ ان تمام صنعتوں کے بانی مبانی ان کے آباؤاجداد تھے، تو وہ محسوس کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے اسلاف سے کس قدر پیچھے ہیں، اور ان کا ماضی کس قدر شاندار تھا۔ افسوس کہ آج ہمارے نوجوان اپنے اسلاف کے حالات سے یکسر ناواقف ہیں، اور اسی وجہ سے کبھی خیال بھی نہیں کر سکتے کہ وہ کہاں سے کہاں جا پڑے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

نئی کتابوں پر تبصرہ

سیرت سید احمد شہید مصنفہ سید ابوالحسن علی ندوی، سائز ۲۰×۳۰، حجم ۴۶۵ صفحات، قیمت دو روپے علاوہ محصول ڈاک، ملنے کا پتہ:- ندوۃ العلماء، لکھنؤ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے، اور قرآن کریم کتب سماویہ میں سے آخری شرعی صحیفہ ہے۔ نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی یا مصلح کو آنا تھا، جو آپؐ کے اسوہ کو بدلتا، اور نہ قرآن کریم کے بعد دنیا کو کسی اور شریعت کی ضرورت تھی۔ قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال اور اقوال میں اس مقدس تعلیم کی تشریح اور تفسیر بنی نوع انسان کے لئے ان کی زندگی کے ہر شعبہ — اخلاقی، روحانی، سوشل، اقتصادی وتمدنی — میں کامل ومکمل رہنما ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے اصول پر عمل پیرا ہوکر اپنے پاک نمونہ سے اپنی قوم میں وہ تغیر پیدا کیا، کہ مکمل تاریخ انسانی ایسے پاک تغیر کو پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حضورؐ زندہ اور چلتے پھرتے قرآن تھے۔ آپؐ کے بعد امتداد زمانہ سے وہ پاک نقوش جو آپؐ نے انسانی قلوب پر چھوڑے تھے، کمزور ہونا شروع ہوئے، قرآن کریم کی تعلیم کی حقیقت اور رُوح سے لوگ بے خبر ہوگئے، اس لئے پھر اُمتِ محمدیہ کو اور اس کے ذریعہ دُنیا کو ایسے پاک نفوس کی ضرورت محسوس ہوئی، جو محمدی سورج سے اپنی روحوں کے چراغوں کو روشن کرکے دنیا سے ظلمت کو دور کریں۔ انسانی پیاسی رُوح کا یہ تقاضا ان ربانی مصلحین اور علماء کی شکل میں پورا ہوا، جو گذشتہ چودہ صدیوں میں مختلف ممالک میں پیدا ہوتے

رہے، اور محمدی نور سے منور ہو کر اس ظلمت کدہ دنیا کو منور کرتے رہے۔ ان شاہسواران اسلام کا پیغام انبیاء بنی اسرائیل کی طرح مختص الزمان و مختص المکان تھا۔ ایسا ہی ان کا اصلاحی اور تجدید دین و احیاء سنت کا کام بھی محدود تھا۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں یہ ہر ملک اور ہر قوم میں پیدا ہوتے رہے، — بعض ان میں سے مامور تھے بعض غیر مامور۔

خدا کے اس برگزیدہ گروہ میں سیّد احمد شہیدؒ کو ایک وقیع اور معزز مقام حاصل ہے۔ اسلام نے ہر زمانہ میں مجدد دین پیدا کئے، اور ۱۳ ویں صدی ہجری میں تجدید دین کا کام ہندوستان میں اللہ تعالیٰ نے سیّد احمد شہید کے سپرد کیا۔ آپ کو دوسرے مجددین میں ایک خصوصیت حاصل ہے۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ظل کامل کے ارہاص تھے، جس نے مسیح اور مہدی کا نام پا کر چودھویں صدی میں اسلام کو از سرِ نو زندہ کرنا تھا۔ جس طرح یحییٰؑ حضرت مسیحؑ کا راستہ صاف کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، احمد بریلویؒ نے احمدؑ قادیانی کا راستہ صاف کیا۔ ان دونوں بزرگوں میں یہ عجیب مماثلت ہے، کہ حضرت یحییٰؑ بھی شہید ہوئے، اور حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ بھی۔

Digitized by Khilafat Library

"تیرھویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی، اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سیّد احمد بریلویؒ کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا، جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا، اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لیکر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی، اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ اس مجددانہ کارنامہ کی عام تاریخ لوگوں

تو یہیں تک معلوم ہے، کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا، اور شہید ہوئے، حالانکہ یہ واقعہ اس کی پوری تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔"

یہ مسلمانانِ ہند کی ایک عظیم الشان اصلاحی تحریک تھی۔ یہ تحریک ایک طرف کفر اور بے دینی کی قوتوں کے خلاف جہاد تھی، اور دوسری طرف فسق، جہالت، بداعمالی، فواحش اور دین سے بے رغبتی کے خلاف اعلان جنگ تھی۔ "سیرت" پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے، کہ جہاں جہاں حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے، جہالت، بے ایمانی اور فسق کے قلعے مسمار ہو گئے، اور خلوص، للّٰہیت، اتحاد اور تنظیم کی رفیع الشان عمارتیں قائم ہو گئیں ہزاروں سے گذر کر لاکھوں انسانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی۔ اور آپنے اپنے مریدانِ باصفا کے اندر وہ رُوح فدائیت و قربانی پیدا کی، کہ جان و مال ان کی نظر میں ایک بالکل حقیر چیز ہو کر رہ گئے۔ جس نے ان چیزوں کو حضرتؒ کے فرمان پر اللہ کی راہ میں قربان کیا، اس نے سمجھا، کہ وہ اپنی مراد کو پا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے کچھ ایسا جذبہ آپ کو عطا فرمایا تھا، کہ جو کوئی ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو گیا۔ اور یہ خلوص اور وفاداری آپ کی زندگی تک ہی محدود نہ تھی، آپ کی وفات کے کئی سال بعد آپ کے ماننے والوں پر بغاوت کے مقدمات بنائے گئے، اور انہوں نے پھانسی کے حکم کو اس حالت میں سُنا، کہ مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی، اور طمانیت ان کے چہروں سے ظاہر تھی۔

حضرتؒ ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴۶ھ میں سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ (ضلع ہزارہ) میں شہید ہوئے۔ آپ نے اس حیاتِ مستعار کے ۴۵ سالوں میں صدیوں کا کام کیا، شائد اس لئے کہ اللہ تعالےٰ مستقبل قریب میں ہی ایک عظیم الشان مصلح کے ذریعہ ایک نئے نظام عالم کے قیام کا ارادہ فرما چکا تھا، آپ کی تحریک جہاد کامیاب نہ ہوئی، لیکن اس مصلح اعظم کے رستہ

Digitized by Khilafat Library

کو صاف کرنے کا کام باحسن وجوہ آپ سرانجام دے گئے۔

"سیرت سید احمد شہید" "تعارف" اور "دیباچہ" کے علاوہ جو علی الترتیب مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی اور مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے لکھے ہیں، چار ابواب پر منقسم ہے "پہلے باب میں اس تحریک کے بانی حضرت سید صاحب شہیدؒ کے حالات بچپن سے حج تک ہیں، دوسرے باب میں ان کے جہاد کے اغراض ومقاصد اور سفر جہاد کی پُر اثر کیفیتیں، اور دشمنوں سے معرکہ آرائی کی تفصیلات اور شہادت کا حال ہے، تیسرے باب میں سید صاحبؒ کی تجدید امامت اور تزکیہ کے حالات ہیں، اور چوتھے باب میں جو آخری ہے، سید صاحبؒ کے خلفاء کے سوانح اور ان کے کارنامے ہیں، جن سے معلوم ہوگا، کہ اس ایک آفتاب کے پرتو سے کتنے ذرّے چمک اُٹھے تھے، اور اس گئی گذری حالت میں بھی طبیعتوں میں کتنی اچھی استعدادیں موجود تھیں۔"

Digitized by Khilafat Library

کتاب نہایت محنت سے لکھی گئی ہے، اور اس لحاظ سے اور بھی قابلِ قدر ہے، کہ اس میں حضرت سید شہیدؒ کے علاوہ سید اسماعیل صاحب شہیدؒ کے حالات بھی کسی قدر تفصیل سے آ گئے ہیں۔

ایک عزیز کے نام خط

مصنفہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب بالقابہ، سائز ۲۰×۳۰، حجم ۴۴ صفحے، قیمت چار آنے، ملنے کا پتہ:- مینیجر بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان۔

جناب چودھری صاحب آج کی پانچ سال قبل جب وائسرائے ہند کی مجلس منتظمہ کے ممبر مقرر ہوئے تھے، تو غالباً آپ ان سب ہندوستانیوں سے عمر میں چھوٹے تھے، جنکو آج تک وائسرائے ہند کی مجلس منتظمہ کی ممبری کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔

اتنی چھوٹی عمر میں ایسے وقیع اور اہم عہدے پر متمکن ہونا، جو عام طور پر ایک ہندوستانی کیلئے اس کی

دنیوی ترقی کی انتہائی حد سمجھا جاتا ہے، حکومت ہند کے ارباب بست و کشاد کے نزدیک آپ کی غیر معمولی ذہنی اور عملی و انتظامی قابلیتوں اور استعدادوں کا اعتراف تھا۔ شاہ معظم کے تخت نشینی کے جشن کے موقعہ پر اور موجودہ جنگ کی ابتداء میں آپکو ہندوستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا جانے سے اس اعتراف پر مُہرِ تصدیق ثبت ہوگئی۔ اور گذشتہ اپریل میں جب آپ نے اپنی ممبری کی پانچ سالہ مدت ختم کی، تو گورنمنٹ نے اس بارہ میں اپنے ساری گذشتہ طرزِ عمل کے خلاف جناب چوہدری صاحب کے عہدے کی میعاد میں پانچ سال کی توسیع کرکے اس بات کا عملی اقرار کیا، کہ ان کی نگاہ میں ہندوستان کے ۸ کروڑ مسلمانوں میں ایک بھی ایسا انسان نہیں، جو چوہدری صاحب موصوف کا صحیح جانشین بن سکے۔

Digitized by Khilafat Library

جناب چوہدری صاحب گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک کامیاب ممبر ہی نہیں، بلکہ آپ ایک بہت فاضل قانون دان بھی ہیں، ایک شہرہ آفاق مقرر بھی ہیں، اور ایک بلند پایہ انشا پرداز بھی ہیں۔ لوگ تو آپ کو صرف گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک قابل ممبر کی حیثیت ہی سے جانتے ہیں، لیکن جن دوستوں کو "ایک عزیز کے نام خط" پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے، ان کو معلوم ہو گیا ہوگا، کہ دینی اور روحانی علوم میں چوہدری صاحب موصوف کو اس سے کم درک حاصل نہیں، جو دنیوی علوم میں آپ کو حاصل ہے۔

جیسا کہ اس رسالہ کے نام سے ظاہر ہے، یہ ایک قلم برداشتہ خط ہے، جو آپ نے ایک عزیز کو بے تکلفی سے اپنی بے انتہا مصروفیتوں سے چند لمحات بچا کر لکھا ہے، لیکن عبارت کی بے تکلفی ہی اسلامی تعلیم پر آپ کے کامل عبور کو ظاہر کرتی ہے۔ سادہ اور آسان لیکن نہایت موثر اور محبت بھرے الفاظ میں آپ نے اسلامی تعلیم کا نچوڑ کاغذ کے صفحات پر رکھدیا ہے۔ عبارت کا پیرایہ ایسا دلکش اور دلآویز ہے، کہ ایک دفعہ شروع کرکے یہ مختصر رسالہ بغیر ختم کئے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا اور بعض اس کے حصے محترم مصنف نے کچھ ایسے لمحات اور دل کی ایسی کیفیت میں لکھے ہیں، کہ پڑھتے ہوئے دل کو ایک پکڑ سی محسوس ہوتی ہے، اور آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں، اور ایسا محسوس ہوتا ہے

کہ آپ کو اپنے عقائد پر پورا یقین، اور آپ کا دل اپنے خدا، اس کے پاک رسولؐ اور مقدس مسیحؑ اور اس کی کلام پاک کی محبت سے معمور ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پیدائش عالم سے لیکر انسان کی موت تک کوئی مسئلہ نہیں، جس پر اس "خط" میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے روشنی نہیں ڈالی گئی۔ انسان کس طرح سے عدم سے وجود میں آیا، اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے، وہ مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی توحید، اسکی صفات، تعلق باللہ کے ذرائع، کیفیتِ الہام، قرآن کریم کی صداقت، اس کی خصوصیات، اُسکے اعجاز، اسکا کمال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک رہنمائے کامل کے، حضورؐ کے اخلاق، آپؐ کی پاک زندگی، اسکے مختلف پہلو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت، غرضیکہ کونسا مسئلہ ہے جس پر اس رسالہ میں بحث نہیں کی گئی۔

اعتقادی مسائل کے علاوہ اسلام کے عملی حصّہ کو بھی آپ نے ضروری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ نماز، روزہ، اور حج کی فلاسفی، ان کی اہمیت اور فوائد کو حسین اور سادہ اور عام فہم الفاظ میں واضح کیا ہے، اور بعض مشکل اور دقیق مسائل مثلاً "پیدائشِ عالم" "حالات بعد الموت" اور "فلسفہ اور حقیقت اخلاق و عبادات" کو اس طرح سے بیان کیا ہے، کہ معمولی علم اور سمجھ کا انسان بھی ان کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ "خط" کے آخر میں موت کی حقیقت اور حالات بعد الموت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مختصراً اس "خط" کو ختم کرتے کرتے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا، کہ اگر کبھی انڈین گورنمنٹ کو مذہبی امور کے متعلق ایک وزارت کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی، تو اس وزارت کے لئے چوہدری صاحب موصوف سے بہتر عالم دین ان کو مشکل سے ملیگا۔

ہم مغرب زدہ، اسلام کی تعلیم پر نکتہ چینی کرنے میں خوشی محسوس کرنے والے مسلمان نوجوانوں سے پُر زور اپیل کرتے ہیں، کہ وہ اس مختصر سے رسالہ کو پڑھکر دیکھیں، کہ اسلام جس میں انکو عیوب ہی عیوب نظر آتے ہیں کسقدر خوبصورت اور معقول ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے۔ ہم اپنے احمدی نوجوانوں سے بھی کہتے ہیں، کہ وہ اس "خط" کو ضرور پڑھیں۔ اسکے مطالعہ سے انکے دینی علم اور اردو الفاظ اور محاورات کے ذخیرہ میں بہت قابلِ قدر اضافہ ہوگا۔

Digitized by Khilafat Library

وصیتیں

نمبر ۵۶۱۲:- منکہ رحیم بخش ولد میاں گوہر الدین صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۱۹ سال تاریخ بیعت ۲ فتح ۱۳۱۶ہش ساکن زیرہ ضلع فیروز پور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳ ہجرت ۱۳۱۹ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب خدا کے فضل وکرم سے بقید حیات ہیں لہذا میری کوئی منقولہ وغیر منقولہ جائداد نہیں ہے، میری تنخواہ اس وقت ۵۰ روپے ہے، میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں اور انشاء اللہ کمی وبیشی کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ میں دیتا رہونگا۔ اگر میرے مرنیکے بعد میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرے ورثاء کو مزاحمت کا کوئی حق نہ ہوگا:۔ العبد:۔ رحیم بخش متصل مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور۔ گواہ شد:۔ خدا بخش عبد لاہور برادر موصی۔ گواہ شد:۔ میاں مجید احمد سیکرٹری مال دہلی گیٹ لاہور:

نمبر ۵۶۱۴:- منکہ انور احمد کاہلوں ولد چوہدری بشیر احمد صاحب قوم جٹ کاہلوں پیشہ طالبعلم عمر اٹھارہ سال پیدائشی احمدی ساکن لنڈن انگلستان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲ ہجرت ۱۳۱۹ہش (۲ مئی ۱۹۴۰ء) حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ اس وقت میری کوئی غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ البتہ بصورت نقدی میرے پاس ۴۷/- پونڈ ہیں۔ اور تا قیام لنڈن مجھے میرے ماہوار اخراجات کیلئے ۲۵/- پونڈ ملتے ہیں جسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور آئندہ اقرار کرتا ہوں کہ میری جس قدر ماہوار آمد ہوگی اس کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ ادا کرتا رہونگا۔ اور میرے مرنیکے بعد جس قدر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی:

العبد:۔ انور احمد کاہلوں۔ گواہ شد:۔ جلال الدین شمس۔ گواہ شد:۔ عبد السلام۔

نمبر ۵۵۸۷:- منکہ فضل الٰہی ولد نور الدین قوم ہند پیشہ ملازمت عمر اندازاً ۲۵ سال تاریخ بیعت ۵ فروری ۱۹۴۰ء ساکن کوٹلی لوہاراں مغربی ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو کہ اسوقت اندازاً ۱۱/۱۰ شلنگ ماہوار ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان

کرتا ہوں بیں تادمِ زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصّہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور میری وفات پر اگر میرا کوئی ترکہ ثابت ہو، تو اس کے بھی دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: فضل الٰہی لوکو ریلوے ورکشاپ ٹانگا برٹش ایسٹ افریقہ۔ گواہ شدہ: مختار احمد ایاز۔ گواہ شدہ: عبدالکریم ڈار صدر جماعت احمدیہ ٹانگا۔

نمبر ۵۵۹۱ء۔ منکہ عبدالکریم ڈار ولد چوہدری جان محمد صاحب قوم ڈار پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۴۰ سال ساکن ننگل شاہو ڈاکخانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ حال ٹانگا ٹانگانیکا افریقہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۹-۱-۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔ (۱) ایک قطعہ اراضی سوا کنال، واقعہ محلہ دارالعلوم قادیان جس کی موجودہ قیمت اندازاً ساڑھے پانچصد روپیہ ہے۔ ایک مکان پختہ رہائشی واقعہ محلہ دارالرحمت بابو محمد ایوب صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر نے میرے پاس بارہ صد روپیہ میں رہن رکھا ہوا ہے مبلغ دو ہزار روپیہ میرا امانت ذاتی میں خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع ہے سولہ صد روپیہ میرا پوسٹ آفس قادیان کے سیونگ بنک میں جمع ہے۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت اندازاً اڑھائی سو شلنگ ماہانہ ہے۔ مَیں اپنی تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ جس کی تفصیل سطور بالا میں دیدی گئی ہے کے دسویں حصّہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز مَیں اپنی ماہوار آمد کا بھی دسواں حصّہ تادمِ زیست داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ مَیں انشاء اللہ تعالےٰ کوشش کرونگا، کہ اپنی حین حیات میں ہی اپنی جائیداد کا حصّہ وصیّت ادا کردوں۔ لیکن اگر خدا نخواستہ ایسا نہ کرسکوں، تو میرے ورثاء اس وصیّت کے پابند ہونگے۔ نیز میری وفات پر اگر اس کے علاوہ میرا کوئی ترکہ ثابت ہو، تو اس کے بھی دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

Digitized by Khilafat Library

العبد: عبدالکریم ڈار بقلم خود۔ گواہ شدہ: مختار احمد ایاز۔ گواہ شدہ: سردار بشارت احمد۔

مُفرّح یاقوتی

یہ مرد عورت کیلئے تریاقی نہایت تفریح بخش دل کو ہر وقت خوش رکھنے والی، دماغی، قلبی، اور عصبی کمزوری کے لئے ایک لاثانی دوا ہے، اس سے اولاد کی کثرت ہوتی ہے، زندگی کی روح اور جوانی کی جان ہے، آج ہی استعمال کرکے لطفِ زندگی اٹھائیے۔ عورتوں اور مَردوں کے پوشیدہ امراض کے لئے اکسیر چیز ہے۔ حمل میں استعمال کرنے سے بچہ نہایت تندرست اور ذہین پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کی پانچروپے قیمت سُنکر نہ گھبرائیے نہایت ہی مقوی اور نہایت عجیب الاثر تریاقی مفرح اجزاء مثلاً سونا، عنبر، موتی، کستوری، جدوار، اصل یاقوت، مرجان، کہربا، زعفران، ابریشم مقرض کی کیمیاوی ترکیب، انگور، سیب وغیرہ میوہ جات کا رس مفرّح ادویات کی رُوح نکال کر بنایا جاتا ہے تمام مشہور حکیموں اور ڈاکٹروں کی مصدقہ دوائی ہے۔ علاوہ اس کے ہندوستان کے روساء امراء اور معززین حضرات کے بے شمار سرٹیفکیٹ مفرح یاقوتی کی تعریف وتوصیف کے موجود ہیں چالیس سال سے زیادہ مشہور اور ہر اہل وعیال والے گھر میں رکھنے والی چیز ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اور تمام اکابرینِ ملّتِ احمدیہ اسکے عجیب الفوائد اثرات کا اعتراف کرتے ہیں، اسکے اندر کوئی زہریلی اور منشی دوا شامل نہیں ہے، دنیا بھر میں وہ انسان مفرح یاقوتی استعمال کرتے ہیں، جو کمزوری وغیرہ پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جنکو جوانی میں خاص زندگی سی لطف اندوز ہونے کی آرزو ہے، مفرح یاقوتی بہت جلد اور یقینی طور پر پٹھوں اور اعصاب کو قوت دیتی ہے عورت اور مَرد اپنی طاقت اور جوانی کو اس کے ذریعہ سے قائم رکھ سکتے ہیں۔ تمام مفرحات، مقوّیات اور تریاقات کی سرتاج ہے، پانچ تولہ کی ایک ڈبیہ صرف پانچروپے ہیں۔ ایک ماہ کی خوراک ؛

دَواخانہ مرہم عیسٰی حکیم محمد حسین بیرون دہلی دروازہ لاہور سے طلب کریں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں

پچیس روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تیس روپے میں فروخت ہوتی تھیں، مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں، اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے، بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

براہین احمدیہ حصہ اوّل و دوم وسوم وچہارم و پنجم
سرمہ چشم آریہ۔ ازالہ اوہام مکمل
آئینہ کمالات اسلام
شہادۃ القرآن۔ نور القرآن
انجام آتھم
ایام الصلح
مسیح ہندوستان میں۔

تریاق القلوب۔
تحفہ گولڑویہ
اربعین ہر چہار حصّہ
نسیم دعوت
تذکرۃ الشہادتین
نزول المسیحؑ
لجّۃ النور

Digitized by Khilafat Library

سب کتابیں بالکل نئی ہیں، آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں۔

مینجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

(یعنی)

Digitized by Khilafat Library

جماعت احمدیہ کے مفسّرِ قرآن حضرت مولانا سیّد محمدؐ سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو (اُردو) میں چھپتی رہی ہے، اس کی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے۔ مگر درحقیقت اسمیں سارے قرآنِ مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے، اس کے پڑھنے سے حسبِ استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہوجاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اس کے کُل دو ہزار صفحے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت پندرہ روپے تھی۔ مگر اب بعض فوری ضروریات کیوجہ سے اس کی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر رسالہ ریویو (اُردو) ارسال فرماکر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرالیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گا۔

ملنے کا پتہ

مینجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

(انتظامیہ پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر [illegible] سے [illegible] کیلئے شائع کیا)